ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ جولائی ۱۹۸۳ء

29/ج

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ -/۲ روپے

اَحَادِیْثُ الرَّسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ ——— حضرت لاہوری قدس سرہٗ

عَنْ عَائِشَةَ رضؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ یُّحَاسَبُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا ھَلَكَ قُلْتُ اَوَلَیْسَ یَقُوْلُ اللّٰہُ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰکِنْ مَّنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ یَھْلِكُ متفق علیہ۔

عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے قیامت کے دن حساب لیا جائے مگر وہ ہلاک ہوگا۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا پس قریب ہے کہ اس سے حساب آسان لیا جائیگا آپ نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ یہ پیش کرنا ہے لیکن جس کے حساب میں جرح کی گئی وہ ہلاک ہوگا۔

عَنْ عَدِیِّ رضؓ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ یَّحْجُبُہٗ فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِہٖ وَیَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلَا یَرٰی اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْھِہٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ متفق علیہ۔

ترجمہ: عدی رضؓ بن حاتم سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے مگر ہر ایک سے اس کا رب کلام کرے گا اللہ تعالےٰ اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا۔ انسان اپنے دائیں طرف اپنے کئے ہوئے اعمال دیکھے گا اور بائیں بھی اپنے کئے ہوئے اعمال دیکھے گا اور اپنے سامنے سوائے آگ کے اور کچھ نہیں دیکھے گا۔ پس تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُدْنِی الْمُؤْمِنَ فَیَضَعُ عَلَیْہِ کَنَفَہٗ وَیَسْتُرُہٗ فَیَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا فَیَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ حَتّٰی قَرَّرَہٗ بِذُنُوْبِہٖ وَرَاٰی فِیْ نَفْسِہٖ اِنَّہٗ قَدْ ھَلَكَ قَالَ سَتَرْتُھَا عَلَیْكَ فِی الدُّنْیَا وَاَنَا اَغْفِرُھَا لَكَ الْیَوْمَ فَیُعْطٰی کِتَابَ حَسَنَاتِہٖ وَاَمَّا الْکُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَیُنَادٰی بِھِمْ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ ھٰٓؤُلَاءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— بے شک اللہ تعالےٰ مومن کو قریب کرے گا پھر اس پر اپنی محافظت رکھے گا اور اسے ڈھانک لے گا پھر کہے گا کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے۔ پھر مومن کہے گا ہاں

(باقی ۱۹ پر)

باتیں ان کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوری رحؒ کے ارشادات عالیہ کا مسلسل انتخاب

قرآن مجید میں زبردست انقلابی طاقت ہے

برادرانِ اسلام! ہمارا ایمان ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن مجید ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں موجود تھا اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے اندر آج بھی وہ تاثیر موجود ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے موجود تھی اور اس پر عمل کرنے والوں کی امداد کے جو وعدے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ تعالےٰ نے کئے تھے آج بھی وہ وعدے اس پر عمل کرنے والوں کے لئے موجود ہیں۔

پھر کمی کس چیز کی ہے

کمی اس چیز کی ہے کہ آج کل کے مسلمان سارے کے سارے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کی مخالف ہے۔ ان کا یہ مقولہ ہے کہ ہم مُلّا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ملّا کے پاس کمیونزم ہے یا سوشلزم ہے ملّا کے پاس قرآن مجید ہی تو ہے یا اس کی شرح حدیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ملّا ازم نہیں قائم ہونے دیں گے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبی کریم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ مسلمانوں میں ایک دوسرا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ قرآن مجید کو نافذ کریں گے لیکن اس کا مطلب اور مفہوم وہ نہیں لیں گے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے اسلام کے فدائی اور جان نثار مفسرین اور محدثین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے لے کر آج تک سنتے اور سناتے، پڑھتے اور پڑھاتے آئے ہیں —— ایک تیسرا گروہ ہے جو اقلیت میں ہے وہ چاہتا ہے کہ اسلام کا وہ نقشہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا۔ علمی طور پر وہی رائج ہو اور عملی طور پر بھی اسی رنگ کی پیروی کی جاتے تاکہ جو برکتیں اس زمانہ میں مسلمانوں کو نصیب ہوئی تھیں۔ وہ آج پھر مسلمانوں کو نصیب ہوں اور جو اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اس وقت کے مسلمانوں پر نازل ہوتی تھیں آج پھر نازل ہوں لیکن ان کی اقلیت کے باعث ان کی آواز کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے

مذکورۃ الصدر صورت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دو گروہ ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام کے زندہ کرنے کے مخالف ہیں۔ ایک علی الاعلان کھلم کھلا مسلمان کہلا کر اسلام کو مٹانا چاہتا ہے۔ جو علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ ملّا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ دوسرا گروہ اسلام کا نام لیتا ہے مگر جو اسلام مفسرین

اور محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ کے ذریعہ سے تیرہ سو سال سے منتقل ہو کر چودھویں صدی والے مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے اس کا مخالف ہے۔ وہ فقط قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اس کی تشریح کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں صاف صاف عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے۔

ایک درخواست

یہ عاجز بھی اس گروہ میں شامل ہے جسے حقارت آمیز طریقہ سے ملّا کہا جاتا ہے۔ میں مسلمانوں کے پہلے دو گروہوں سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے پہلے فقط ایک سال کے لئے امتحاناً پاکستان کے ایک صوبہ کی حکومت دے دیجئے انشاءاللہ تعالےٰ اللہ جل شانہٗ کی غیبی امداد سے قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر حکومت قائم کر کے دکھا دوں گا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مجھے یقین کامل ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل اور مسٹر لیاقت علی خان کے اعلان کے مطابق آپ کو پاکستان کی تصویر نظر آنے لگے گی اور کافی اور معتدبہ حالت تک محمدی اسلام کا نقشہ نظر آنے لگے گا۔ خدا کے فضل سے جب آثار اچھے نظر آئیں گے۔ تو پھر دو سال مزید مہلت دے دیجئے گا تاکہ تین سال کے اندر اسلام محمدی (مفسرین اور اور محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ) کا پورا نقشہ اس صوبہ میں نظر آنے لگے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آوازۂ حق

"اسلام کسی ایسے اقتدار کو جائز تسلیم نہیں کرتا جو شخصی ہو یا چند تنخواہ دار حاکموں کی بیورو کریسی ہو وہ آزادی اور جمہوریت کا ایک مکمل نظام ہے جو بنی نوع انسان کو اس کی چھینی ہوئی آزادی واپس دلانے کے لئے آیا تھا، یہ آزادی بادشاہوں، اجنبی حکومتوں، خود غرض مذہبی پیشواؤں اور سوسائٹی کی طاقتور جماعتوں نے غصب کر رکھی تھی وہ سمجھتے تھے کہ حق طاقت اور قبضہ ہے لیکن اسلام نے ظاہر ہوتے ہی اعلان کیا کہ حق طاقت نہیں بلکہ خود حق ہے اور خدا کے سوا کسی انسان کو سزاوار نہیں کہ بندگانِ خدا کو اپنا محکوم اور غلام بنائے۔ اس نے امتیاز اور بالادستی کے تمام قومی اور نسلی مراتب یک قلم مٹا دیئے اور بتلا دیا کہ انسان درجے میں برابر ہیں اور سب کے حقوق مساوی ہیں۔ نسل، قومیت، رنگ، معیارِ فضیلت نہیں۔ بلکہ صرف عمل ہے اور سب سے بڑا وہی ہے جس کے کام سب سے اچھے ہیں ——

یاایھا الناس انّا خلقنٰکم من ذکرٍ وانثیٰ وجعلنٰکم شعوباً وّقبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم" (سورہ حجرات)

تحریک خلافت و ترک موالات کے دور میں جب برعظیم ہند و پاک کے مظلوم انسانوں نے



شمارہ ۳	۲۲ر جولائی ۱۹۸۳ء	۱۰ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ	جلد ۲۹

سرپرست ادارہ
حضرۃ مولانا عبیداللہ انور

اہتمام
مولانا محمد اجمل قادری

مجلس ادارت
محمد سعید الرحمٰن علوی
محمد ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

دفاتر

انجمن خدام الدین بلڈنگ پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی	خدام الدین مرکز اندرون شیرانوالہ گیٹ۔ لاہور

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

مولانا عبیداللہ انور نے کاسمو پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

انگریزی سامراج کے خلاف زبردست احتجاجی مہم چلائی تو سفید چمڑی والے درندوں نے چیر پھاڑ اور پکڑ دھکڑ کی مہم شروع کی ــــــ اس ضمن میں مولانا ابوالکلام آزاد خلد آشیانی کا بھی نمبر آیا انہوں نے "انگریزی سطوت کی محافظ عدالت" کے روبرو جو بیان دیا وہ "قول فیصل" کے نام سے معروف ہے ــــــ یہ بیان ایک طرف ادب و بلاغت کا شاہکار ہے تو دوسری طرف دعوت و عزیمت کی دنیا میں بزرگانِ سلف کی یاد دلانے والا ہے ــــــ اسی بیان میں مولانا نے کہا تھا کہ :ــــــ

"تاریخ عالم کی سب سے بڑی ناانصافیاں میدانِ جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں میں ہوتی ہیں ــــــ اور یہ کہ عدالت کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی ہی طولانی ہے تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہ ہو سکی۔"

بہر طور اوپر ہم نے جو طویل اقتباس دیا وہ اسی بیان کا ایک حصہ ہے اور اس میں قرآن کے اس خادم، رسول کریم علیہ السلام کے سچے متبع اور ائمہ رشد و ہدایت کی صدائے بازگشت ابوالکلامؒ نے اسلام کے نظام اجتماعی کی حقیقت کا نقشہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ کھینچا ہے ـ اور اس کے برعکس کسی اقتدار کو صحیح و درست تسلیم کرنے سے انکار کرکے یہ بتایا ہے کہ اقتدار و طاقت کا نام سچائی نہیں، سچائی سچائی ہے ــــــ انہوں نے واضح کیا تھا کہ باوصف اس کے کہ "گورنمنٹ فرشتہ کی طرح معصوم ہونے کا دعوٰے تو رکھتی ہے (اور یہ ہر مستبد گورنمنٹ کا مزاج ہے) لیکن میں اسے بہرطور ظالم ہی کہوں گا کہ ظالم کو ظالم کہنے کے سوا چارہ نہیں۔

اپنی "قابل احترام اور نیک فطرت" حکومت کے چھ سال پورے ہوئے تو گو ایوب خاں کے عشرہ ترقی کی طرح لمبا چوڑا جشن نہیں منایا گیا لیکن دبے لفظوں میں مسرت و انبساط کی بات ضرور ہوئی اور بھولے بھالے عوام کو یہ کہہ کر چپ کرانے کی کوشش کی گئی کہ وہ بے شعور نہیں، جانتے ہیں کہ ہم نے کیا کیا؟

ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اس پر کیا لکھا جائے کہ مرحوم ابوالکلام کا یہ اقتباس ہمارے لئے مشعلِ ہدایت بن گیا اور ہم نے قلم ہاتھ میں لے لی۔ یہ درست ہے کہ وہ برٹش گورنمنٹ تھی یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت ہے، وہ سات سمندر پار سے آئی تھی یہ گھر کی چیز ہے اس کی حدود مملکت میں سورج غروب نہ ہوتا اس کی حدود مملکت بہت محدود ہیں، اسے اسلام یا اسلامی حکومت کا دعوٰی نہ تھا بلکہ وہ سرے سے مسلمان نہ تھی نصرانی تھی یہ مدعی اسلام اور دعویدار حفاظت وصیانت و نفاذ اسلام ہے ــــــ لیکن یہ بات دونوں میں قدرِ مشترک ہے کہ وہ بھی حکومت تھی یہ بھی حکومت ہے۔ اس کے مزاج میں حاکمانہ غرور و اقتدار تھا تو یہاں بھی کمی نہیں، وہ بھی ظلم و زیادتی کے اسلحہ سے مسلح انسانوں کی آواز دباتی تھی یہ بھی قریب قریب وہی کرتی ہے ــــــ آخر کسی کو گھر میں نظربند کر دینا اور اس کے گھر کو جیل بنا دینا، کسی کو کسی صوبہ سے نکال دینا کسی کو ضلع اور گاؤں کی حدود میں نظربند کر دینا، کسی کو بیان، پریس کانفرنس یا جلسہ کو خطاب سے روک دینا کیا ہے؟ کیا یہ اسلام ہے، کیا یہ عدل ہے، یہ جمہوریت و مساوات ہے؟ ہم ببانگ دہل اور واضح لفظوں میں کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے حکمرانوں نے وہی طریق کو کیوں اپنا رکھا ہے۔ ان کا انداز وہی

خطبۂ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

اولیاء کرام کا اصل کمال اعلاء کلمۃ الحق ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:ـ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ـ

بزرگانِ محترم! معزز خواتین! آج کی معروضاتِ جمعہ کا عنوان ہے کہ اولیاء اللہ کی اتباع میں ہماری نجات ہے۔

گزشتہ جمعہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ تلاوت کی تھی۔ اور اس کی تشریح میں اولیاء اللہ کے حالات، سنتِ نبویؐ سے ان کی محبت کے واقعات عرض کئے تھے۔ خصوصاً حضرت معین الدین اجمیریؒ کے حالاتِ زندگی بیان کئے تھے لیکن وقت مختصر ہونے کی بناء پر چند باتیں رہ گئی تھیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ جمعہ باقی باتیں عرض کروں گا۔ اس سلسلہ میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۹ تلاوت کی ہے۔ یہی آیت تھوڑے سے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ سورۂ جمعہ اور آل عمران میں بھی آتی ہے۔

قرآن کریم پارہ اوّل کے آخری حصّہ میں جہاں حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے ہاتھوں تعمیر کعبہ کا ذکر آیا ہے وہاں یہ الفاظ ہیں۔ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہما السلام نے کعبہ کی دیواروں کو بلند کیا تو بے ساختہ ان کی زبان پر دعا کے یہ الفاظ جاری ہو گئے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ

اے رب ہمارے! تو ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو تیری آیات کی تلاوت ان پر کرے۔ ان کے قلوب کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب و سنت کی تعلیم دے۔

نبی آخر الزمانؐ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا خلاصہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زبان سے یوں ادا کر دیا۔ کہ قلوب کا تزکیہ کیا جائے۔ بیشک تعلیم کتاب اور سنت لابدی ہے تزکیہ کے لیے کہ ان کے بغیر تزکیہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ لیکن مقصود بالذات تعلیم کتاب اور حکمت نہیں بلکہ تزکیہ مقصود بالذات ہے۔ قلوب کا تزکیہ بھی علماء کرام کی ذمہ داری ہے اولیاء عظام کا وظیفہ ہے اور درس و تدریس کے ذریعہ بھی تزکیہ دلوں کا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰۤى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى۔ کہ حضورؐ نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس بات سے کہ اس کے پاس اندھا آیا تھا۔ آگے حضورؐ کو خطاب ہے کہ شاید آپ کے پاس وہ تزکیہ کے لیے آیا ہوتا۔ گویا حضورؐ کو اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپؐ کے جو پہلے سے گرویدہ ہیں، جانثار ہیں، فداکار ہیں اور آپؐ کے پاس اصلاح احوال کے لیے آتے ہیں۔ آپؐ ان کو اپنے سے دور نہ کریں اور جو آپؐ سے دُور ہیں وہ تو آپؐ کے قریب آنے سے رہے، جو آپؐ کے قریب ہیں وہ دُور ہو گئے تو پھر کیا ہو گا؟ حالانکہ حضورؐ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کے عظیم عہدہ پر فائز تھے۔

آپؐ سے بداخلاقی کی کسی قسم کی توقع بھی نہیں ہو سکتی آپؐ کا ارادہ نیک اور نیت خالص تھی۔ کہ عبداللہ ابن مکتوم تو میرا اپنا صحابی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اس سے مصروف گفتگو ہونے کی بجائے رؤسائے قریش کو تبلیغ کے لیے وقت دے دوں تو کیا حرج ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو آپؐ کی یہ ادا پسند نہ آئی کہ تزکیہ قلوب اور اصلاح حال چاہنے والے حضرات کو تو دُور ہٹایا جائے اور جن کے ارادے ہی بخیر نہیں جو آپ کے قتل کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ وہ آپؐ کے کیسے قریب آسکتے ہیں جو لوگ خلوصِ دل کے ساتھ اسلام لاکر آپؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو چکے ہیں اور دن رات اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے اپنا تن، من، دھن سب کچھ نثار کرنے پر تلے ہوتے ہیں، ان کے دلوں کا ہر حال میں تزکیہ کرتے رہیئے۔

حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس فریضہ کی اتباع میں ہی اولیاء اللہ انسانوں کے دلوں کا تزکیہ کرتے ہیں۔ ان کے قلوب کو شرک و معصیت اور گناہ کی آلودگیوں سے پاک و صاف اور مصفّٰی و مزکّٰی کرتے ہیں۔ خواہ یہ اولیاء اللہ اپنی خانقاہوں میں ہوں، مسجد کی چٹائی پر بیٹھے ہوں یا حق بات کہنے کی پاداش میں جیل کے اندر ہوں انہوں نے کبھی اس فریضہ سے غفلت نہیں برتی۔

حضرتؒ ملتان کی جیل میں نظربند تھے۔ آپ کے ساتھ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ اور دیگر رہنما بھی تحریک کشمیر کے سلسلے میں گرفتار تھے۔ حضرتؒ اس حالت میں بھی جیل میں درس قرآن دیتے رہے۔ جب جیل کے افسروں کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے حضرت کو قید تنہائی میں مبتلا کر دیا اس جرم میں کہ یہ قرآن کا درس کیوں دیتے ہیں اور ایسی کوٹھڑی میں رکھا جہاں ارد گرد کی کوٹھڑیوں میں مسلمان کوئی نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ہندو رکھے گئے۔ حضرتؒ کی سامنے والی کوٹھڑی میں بمبئی کے ایک وکیل تھے جو ہندو تھے۔ حضرتؒ نے اس سے کہا کہ تم میرا درس سنا کرو طریقہ یہ تھا کہ حضرت اپنی کوٹھڑی کی چوکھٹ پر آکر بیٹھ جاتے، ہندو اپنی کوٹھڑی کے دروازے پر آکر بیٹھ جاتا۔ ابھی حضرتؒ نے صرف دو رکوع کی تشریح اور ترجمہ ہی بیان کیا تھا۔ جب آپ نے تیسرا رکوع یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا الخ شروع کیا تو ہندو وکیل نے کہا کہ آپ مجھے پہلے مسلمان کیجئے پھر آگے تشریح و ترجمہ پڑھائیے۔ اس نے اپنے اسلام لانے کی وجہ یہ بیان کی کہ ہندوؤں کی کتاب صرف ہندوؤں کو مخاطب کرتی ہے، سکھوں کی کتاب سکھوں کو خطاب کرتی ہے۔ لیکن مسلمان جس کو اپنی نجات دہندہ کتاب سمجھتے ہیں یعنی کتاب اللہ، قرآن کریم۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو صرف مسلمانوں کو خطاب نہیں کرتی بلکہ پوری نوعِ انسانیت کی فلاح کا پروگرام پیش کرتی ہے کہ اس نے اس رکوع یاایہاالناس میں پوری نوعِ انسانی کو خطاب کیا ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت سندھیؒ کو حضرت شیخ الہندؒ نے کابل بھیجا تو حضرت سندھیؒ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم نے حضرت دین پوریؒ اور حضرت امروٹیؒ کے ہاتھ پر دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں بیعت کی ہے۔ میرے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کرو کہ ہر حال میں قرآن کریم کا درس دیتے رہوگے خواہ ایک یا دو آیات کا ترجمہ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرتؒ فرماتے کہ میں نے اس کے بعد کبھی درس قرآن میں ناغہ نہیں کیا اور نہ کسی غفلت و سستی کو اپنے معمولات میں راہ پانے دی۔ صرف حضرتؒ پر ہی کیا موقوف ہے اولیاء اللہ جہاں تھے، جس جگہ بیٹھے، جہاں ڈیرہ لگایا وہاں ہی اپنے اعمال کا نقش ثابت کیا۔ جنگل میں بیٹھے تو "جنگل میں منگل" کا نقشہ پیدا کر دیا۔ جیل میں گئے تو جو لوگ چوری کے سلسلے میں، ڈاکے کے سلسلہ میں، قتل و غارت گری اور ڈکیتی کے جرم میں گرفتار تھے، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جب یہ لوگ جیل کی چار دیواری میں پہنچے تو ان اولیاء اللہ کے جیل کے اندر قدم رکھتے ہی فسق و فجور کا ماحول ذکر و فکر، قیام و قعود، ورود

وظائف اور رکوع و سجود میں بدل گیا۔ جو لوگ جیل کے اندر بھی مختلف نشہ آور چیزیں استعمال کر کے نشہ میں مست رہتے تھے ان اولیاء اللہ کی شب و روز کی محنت اور کوشش سے وہی لوگ تھوڑے سے عرصہ میں بادۂ توحید کے نشہ سے سرشار ہو گئے۔ اس سلسلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ الہندؒ کے نام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

آج پاکستان میں سب سے مشہور، مقبول اور جو کثرت سے قرآن کا ترجمہ پڑھا جاتا ہے وہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا ہے جو آپ نے مالٹا کے قید خانہ میں لکھا۔ اور اپنا وقت اللہ کی کتاب کی خدمت میں صرف کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے جیل کے زمانہ میں ہی رمضان کے ماہ میں ہر روز ایک ایک پارہ یاد کر کے تیس دنوں میں تیس پارے مکمل حفظ کر لیے تھے۔

بات سے بات نکل آتی ہے۔ بہرحال اولیاء اللہ کی زندگی کے یہ مختلف حالات ہیں جو اس پر شاہد ہیں کہ وہ زندگی کے کسی حصہ میں بھی اور کسی خوشی یا غمی کے موقعہ پر خدا کے دین کی اشاعت سے غافل نہیں ہوئے۔ اس ہندو پاک کی سرزمین پر سب سے پہلے حضرت علی ہجویریؒ نے دین اسلام کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ اور سینکڑوں مخالفین اسلام کو اسلام کے حلقہ میں داخل کیا۔ ہندوستان میں دوسری شخصیت حضرت معین الدین اجمیریؒ کی ہے جو خراسان سے ہوتے ہوئے بغداد پہنچے اور وہاں حضرت عثمان ہارونیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ ان کی زیر تربیت رہ کر ریاضت کی اور خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منازلِ سلوک طے کیں۔ بعد میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے استفادہ کیا۔ یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے سلسلہ کے بانی ہیں۔ وہاں سے الجزیرہ، آذربائیجان سے ہوتے ہوئے غزنی تشریف لے گئے اس کے بعد لاہور آئے اور آج بھی وہ جگہ موجود ہے جہاں انہوں نے چلہ کشی کی تھی۔ لاہور سے پھر وہ دہلی تشریف لے گئے

یہ وہ زمانہ تھا جب شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ناکام ہو کر واپس لوٹ گیا وہاں سے اجمیر تشریف لے گئے۔ راجہ پتھورا کو آپ کی یہ تبلیغ ایک آنکھ نہ بھلی معلوم ہوئی اس نے آپ کی مخالفت پر کمر کس لی ان کی دلآزاری کے لیے تیاری ہی کر رہا تھا کہ شہاب الدین پھر طوفان کی طرح ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور راجہ پتھورا کی ریاست کا تیا پانچہ کر کے راجہ کو زندہ گرفتار کر کے لے گیا۔ آپ یہ سارا منظر پہلے ہی خواب میں دیکھ چکے تھے۔ آپ کا خواب پورا ہو کر رہا۔ زندہ گرفتار ہونے کے بعد وہ قتل کر دیا گیا۔ جب اسلامی حکومت کا استحکام ہوا تو مغل فرمانرواؤں میں سے اکبر جس نے دین الٰہی کی بنیاد رکھی تھی اور جو سب سے زیادہ فاسق و فاجر تھا۔ ابتدا میں وہ پاپیادہ آپ کے مزار پر جاتا رہا وہاں حاضری دیتا رہا۔ وہاں پر خانقاہ کے کمرے بنائے مسجد تعمیر کروائی۔ مقبرہ کی مرمت کروائی۔ اگرچہ شرعی طور پر یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔ مسلک اہل سنت و جماعت میں کسی بزرگ کی قبر پہ مقبرہ بنانا، قبر پختہ بنانا اور وہاں سفر کر کے جانا، ان چیزوں کا شریعت اسلامیہ کوئی جواز نہیں لیکن عقیدت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ وہ عقیدت میں شریعت کی حدود کو بھی پھاند جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ نے جو آخری وصیت فرمائی وہ یہی ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ۔ اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

انسان کی حالت بھی عجیب ہے کہ یا تو حقیقی اور سچے خدا کو بھی نہیں مانتا اور ماننے پہ آتا ہے تو پتھروں اور قبروں کو اپنا معبود سمجھنے لگتا ہے۔ لوگ خدا کو تو سجدہ نہیں کرتے، پانچ وقت کی فرض نمازوں کی توفیق تو نصیب نہیں ہوتی لیکن مزاروں پہ سجدہ پہ سجدہ دن رات ہم کر کے خدا کی غیرت کو چیلنج کرتے ہیں۔

آپ نے خبر پڑھی ہوگی کہ یہاں سے کچھ لوگ اجمیر شریف حضرت اجمیری کی زیارت کو جا رہے ہیں حالانکہ حضورؐ کا اس سلسلہ میں واضح اور صریح حکم ہے کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ کہ تم سفر کا سامان باندھ کر ثواب کی نیت اور خداوند قدوس کا تقرب حاصل کرنے کے ارادے سے سوائے تین جگہوں کے نہ جاؤ۔ بیت الحرام، بیت المقدس اور مسجد نبوی۔ لیکن آج ہم اجمیر کے لیے سفر کرتے ہیں، دہلی کے لیے سفر کرتے ہیں۔ کچھ پاکستان کے مختلف حصوں سے یہاں لاہور میں حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پر عرس کے موقع پر آتے ہیں اور ساتھ ہی مسجد ہے لیکن نماز سے بیگانہ اور غافل ہیں۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اولیاء اللہ نے کبھی کلمہ حق کے بیان میں غفلت نہیں برتی۔ آج تو ایک طرف اولیاء اللہ کی اور علماء امت کی عظیم جماعت ہے اور دوسری طرف فاسق و فاجر حکمران ہیں جو علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ "ہم شراب پیتے ہیں عوام کا خون نہیں پیتے"۔

ایسے حکمرانوں کی منقبت میں تعریف و توصیف میں لمبے چوڑے قصیدے پڑھے جاتے ہیں اور علماء امت کو گالیاں دی جاتی ہیں، ان پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے لیکن سوچنے اور سمجھنے کی تو بات یہ ہے کہ کیا موجودہ حکمرانوں نے ساری عمر کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے۔ خدا کے قہر کو دعوت نہ دو۔ اور چند لقموں کے بدلے خوشامد و چاپلوسی کر کے علماء امت کی پگڑیوں سے نہ کھیلو۔

ہمارا یہ یقین ہے کہ یہ تاریکی دور ہوگی، یہ سیاہ رات کافور ہوگی اور اسلامی عدل و انصاف کا دَور دورہ ہوگا۔ اس وقت ان قصیدہ خوانوں اور حاشیہ برداروں کی سزا جھوٹ بولنے کے عوض اور مبالغہ کے بدلے کوڑے ہوں گے۔ ایک وقت ضرور آئے گا کہ ظلم و جور کی رات ختم ہو جائے گی اور حق و صداقت کا بول بالا ہوگا۔ بقول جگر مراد آبادیؒ

طولِ شبِ فراق سے گھبرا نہ اے جگرؔ
ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہ ہو

و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : اداریہ

قیصر و کسریٰ والا ہے۔ وہ اسلام کے نام پر اسلام کے بخشے ہوئے حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ انہوں نے تنخواہ دار حاکموں کی ایک بیوروکریسی تیار کر رکھی ہے جس کا رنگ سفید نہیں سیاہ ہے ——— ان کے اندرونی حالات کا غماز ——— وہ لوگوں کے حقوق پامال کرتی اور انہیں بھول بھلیوں میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے۔ اس نے اسلام کی سنہری روایات کو مسخ کیا، اس نے عدل اجتماعی کا راستہ روکا، اس نے غریب کا جینا اجیرن کر دیا اور اس نے بیوروکریٹس کے ساتھ ایک طبقہ کو مختلف ناموں سے اپنے یمین و یسار اکٹھا کر کے اطمینان کی راہ پیدا کر لی ہے ——— لیکن یہ اطمینان کی راہ نہیں یہ بے چینی اور بالآخر تباہی کی راہ ہے ——— وہی راہ جس پر چل کر ہمارے سابق حکمران مشرقی پاکستان کی بربادی کا باعث بنے۔ اپنے آقایانِ ولی نعمت کی طرح قسطوں میں اسلام کا نفاذ یا اصلاحات و توسیع و اختیارات کی بات حق و انصاف کا خون ہے اور خون جب ابلتا اور جوش مارتا ہے تو اس میں بڑے بڑوں کے بیڑے غرق ہو کر رہ جاتے ہیں ——— اس لئے اہل اقتدار اور ان کے ہوا خواہوں کا فرض ہے کہ وہ عقل و ہوش سے کام لیں۔ تسلیم کہ کچھ لوگ تمہاری برائیوں کو خوبیاں تصور کریں گے لیکن انسانیت کا بڑا حصہ اٹلی کے جوزف میزینی کی زبان میں "تمہاری برائیوں کا تمہاری عارضی طاقت کے سبب انکار نہیں کرے گا" بلکہ وہ کھلے بندوں یہ بات کہے گا اور پھر اس کے نالہ و شیون عرشِ الٰہی سے ٹکرا کر ظلم کی سیاہ چادر کو چاک کر دیں گے ——— اس طرح کہ ظالموں کا کہیں نشان نہ ہوگا ——— آوازہ حق کو سنو اور ہوش سے کام لو ——— اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور اصلاح احوال کی توفیق دے۔

علو ۱۵ جولائی ۱۹۸۳

زبانوں پر ذکر و تسبیح، آنکھوں میں شب بیداری کے آثار، پیشانیوں پر سجدوں کے نشان، لباس سفر کے گرد و غبار میں اَٹا ہوا، کاندھوں پر بستر اور ہاتھوں میں ضروری سامان ——— ایسے لوگوں پر مشتمل قافلے قریہ قریہ، شہر شہر تبلیغی گشت کرتے اکثر نظر آتے ہیں۔ تبلیغِ دین کی یہ دعوت جس مردِ حق کی جانفشانیوں اور محنت کا ثمرہ ہے، ابوعبید ان کا تذکرہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ

یہ تیرھویں صدی ہجری کے اواخر کی بات ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے مرقد کے قریب ایک تاریخی عمارت ہے جس کا نام "چونسٹھ کھنبے" ہے۔ اس عمارت کے سرخ پھاٹک پر ایک بزرگ رہا کرتے تھا۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ان کا نام تھا آبائی وطن جھنجھانہ ضلع مظفرنگر تھا۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے خاندان میں ان کا عقد ہوا تھا۔ یہ خاندان ان کا یک جدی بھی تھا۔ دونوں گھرانے صدیقی شیوخ سے تعلق رکھتے۔ علم اور دینداری پشتوں سے ان کی عظمت کا سرمایہ چلی آتی تھی اور جھنجھانہ اور کاندھلہ کے اطراف میں انہیں بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا مفتی الٰہی بخش شاہ عبدالعزیزؒ کے ممتاز ترین شاگردوں میں تھے۔ اپنے زمانے کے نامور عالم، صاحب فتویٰ و تدریس، صاحب تصنیف اور طبیب کامل تھے۔ انہوں نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔ مفتی صاحب کے بھتیجے مولانا مظفر حسین اپنے عہد کے صلحا میں شمار ہوتے۔ انہیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ انہی کی نواسی مولانا محمد اسمٰعیلؒ کے عقد میں تھیں۔

مولانا محمد اسمٰعیلؒ مرزا الٰہی بخش (بہادر شاہ ظفر کے سمدھی اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بدنام کردار) کے بچوں کو پڑھاتے تھے اور پھاٹک کے اوپر مکان میں رہتے تھے۔ قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو بنگلہ والی مسجد کہلاتی تھی۔ مولانا اپنا وقت گوشہ نشینی اور عبادات میں گزارتے ذکر و عبادت آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآنِ کریم کی تعلیم ان کے شب و روز کا مشغلہ تھا۔ خلقِ خدا کے خدمت گزار اور عاجز و متواضع۔ زندگی بڑی سادہ تھی۔ قرآنِ مجید کی تلاوت اور اوراد و اذکار سے خصوصی شغف تھا۔ مولانا محمد الیاس جن کی شخصیت ہمارا آج کا موضوع ہے انہی مولانا محمد اسمٰعیل کے تیسرے صاحبزادے تھے۔

مولانا الیاس ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے بچپن اپنے ننھیال کاندھلے اور والد صاحب کے پاس نظام الدین میں گزارا۔ انہوں نے ایک ایسے خاندان میں آنکھیں کھولیں اور پروان چڑھے جو دینداری کا گہوارہ تھا۔ مرد تو مرد، عورتیں تک اپنا اکثر وقت عبادت گزاری، شب بیداری اور ذکر و تلاوت میں گزارتیں۔ مولانا کی والدہ بی صفیہ بڑی جیّد حافظہ تھیں۔ رمضان میں پورا قرآن مجید اور دس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں۔ گھر کا کام کاج اور دوسرے امور کا اہتمام بھی ساتھ ساتھ کرتی رہتیں۔ عام دنوں میں تلاوتِ قرآن کے ساتھ اوراد و وظائف اور درود شریف و استغفار بھی معمول تھا۔ مولانا الیاسؒ نے خاندانی دستور کے مطابق بچپن ہی

سے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ حمیّتِ دین آپ کی فطرت میں گندھی تھی جسے دینی ماحول اور بزرگوں کی صحبت اور انکے واقعات و روایات نے جلا بخشی۔

آپ کے منجھلے بھائی مولانا یحییٰ گنگوہ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس تعلیم پا رہے تھے۔ مولانا الیاس دس گیارہ برس کے ہوئے، تو انہیں بھی بلا لیا۔ گنگوہ اس وقت علماء و صلحاء کا مرکز تھا۔ مولانا رشید احمدؒ کی صحبت اور مجالس سے ان کی فطرتِ سلیم نے بھر پور فیض حاصل کیا۔ مولانا یحییٰ اس بات کا خصوصی خیال رکھتے کہ الیاس ان صحبتوں سے مکمل طور پر مستفید ہوں۔ حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ علماء آتے، تو مولانا یحییٰ سبق پڑھانا بند کر دیتے، اب تمہارا درس یہ ہے کہ تم ان حضرات کی صحبت میں بیٹھو اور ان کی باتیں سُنو۔

طالب علمی کے زمانے ہی میں حضرة گنگوہیؒ کی بیعت کی، حالانکہ حضرت کا یہ معمول نہ تھا، فراغت اور تکمیل کے بعد اس کی اجازت ہوتی تھی، لیکن مولانا نے غیر معمولی احوال پر ان کی درخواست قبول کرنے میں تامّل نہ کیا۔ مولانا، حضرة گنگوہیؒ کی خدمت میں دس برس رہے اور شیخ کے قدموں میں مدارج عالیہ طے کیے حضرت صاحبؒ سے بڑی محبّت تھی۔ اور انہیں بھی ان کے ساتھ خاصا تعلّقِ خاطر تھا۔ انہوں نے اپنے لائق شاگرد کے احوال میں مستقبل کے شب روز پڑھ لیے تھے۔ مولانا فرماتے تھے کہ جب میں ذکر میں مشغول ہوتا، تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہونے لگتا، آخر مَیں نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا، تو وہ بھرّا گئے اور فرمایا، مولانا محمّد قاسم نے بھی یہی شکایت حاجی صاحبؒ سے کی تھی اور حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی کام لے گا۔

مولانا الیاس پیدائشی طور پر ہی بہت نحیف اور لاغر تھے۔ گنگوہ کے زمانۂ قیام میں آپ کی صحت بگڑ گئی۔ دردِ سر کی وجہ سے مہینوں سجدہ تک کرنا مشکل ہو گیا۔ شدید علالت اور دماغی کمزوری کیوجہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع؛ تاہم تحصیلِ علم کا ذوق و شوق کم ہونے نہ پایا۔ طبیعت سنبھلی تو دوبارہ پڑھنے پر اصرار کیا اور آخر بڑے بھائی مولانا محمّد یحییٰ کی اجازت پر سلسلۂ تعلیم پھر جاری ہو گیا۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ نے وفات پائی، تو سخت صدمہ ہوا۔ اس وقت مولانا الیاسؒ بالیں پر موجود تھے اور سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے۔

گنگوہ سے آپ دیوبند گئے اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی۔ تکمیلِ سلوک کے لیے حضرت شیخ الہندؒ سے درخواست کی۔ انہوں نے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے رجوع کا مشورہ دیا؛ چنانچہ آپ نے مولانا سہارنپوریؒ کی نگرانی اور رہنمائی میں منازلِ سلوک طے کیے۔ ذکر و اشغال، عبادات و نوافل کی طرف ابتداء ہی سے خاص توجہ تھی۔ بزرگوں کی صحبت و فیض نے اسے جذب و شوق کے مرتبے پر پہنچا دیا۔ اکثر بالکل خاموش مراقبے میں بیٹھے رہتے۔ نمازِ مغرب کے بعد عشاء تک نوافل میں مشغول رہتے۔ اس جذب و شوق کے ساتھ ساتھ شروع ہی سے مجاہدانہ جذبات سینے میں موجزن تھے۔ اپنے گرد و پیش پھیلے ہوئے مسلمانوں خصوصاً میواتی مسلمانوں کی دینی حالت پر بہت کڑھتے اور سینے میں شروع سے مچلنے والے مجاہدانہ جذبات میں اور تلاطم پیدا ہو جاتا۔ اسی جذبۂ جہاد کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی۔ شیوخ و اکابر بھی آپ کو امتیاز و اعزاز کی نظر سے دیکھتے۔ آپ کے خشوع اور تقویٰ کی سب کو خبر تھی، چنانچہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک نوجوان امامت کروا رہا ہے اور اپنے وقت کے شیوخ اس کے مقتدی ہوتے۔

شوال ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور کے مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں آپ نے اکثر ایسی کتابیں پڑھائیں جو خود پڑھی نہ تھیں۔ دو سال بعد آپ کا عقد ہو گیا۔ ۱۳۳۳ھ میں حج کیا۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ پہلے ۳۴ھ میں منجھلے بھائی مولانا محمّد یحییٰ کا انتقال ہوا پھر بڑے بھائی مولانا محمّد اپنے خالق و مولا سے جا ملے۔ مولانا الیاس بڑے بھائی کی تدفین کے بعد واپس سہارنپور جانے لگے تو خاندان کے محبّین اور معتقدین نے اصرار کیا کہ اب یہیں قیام اختیار فرمائیں اور بھائی کے انتقال کے بعد جو مسندِ رشد و ہدایت خالی ہو گئی ہے اسے زینت دیں۔ آپ نے حضرت سہارنپوریؒ سے اجازت طلب فرمائی جو انہوں نے خوشی سے دے دی اور آپ ابتداء میں ایک سال کی رخصت پر دہلی تشریف لے آئے۔ اس طرح نظام الدین میں والد مرحوم نے جو چشمۂ فیض (مدرسہ) جاری کیا تھا اور جسے ان کے انتقال کے بعد ان کے مرحوم بھائی نے جاری رکھا تھا، اس سے پیاسوں کو سیراب کرنے کی ذمّہ داری انہوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا لی۔

اب ان کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جو اسلامی تعلیمات پھیلانے کے لیے جدّوجہد سے عبارت ہے۔ مولانا الیاسؒ نے نظام الدّین کو اپنا مرکز بنایا اور گرد و پیش کے مسلمانوں میں اسلام کا نور پھیلانے کی تگ و دو شروع کر دی۔ اس وقت نظام الدین میں ایک مختصر سی پختہ مسجد، ایک بنگلہ اور ایک حجرہ اور درگاہ کے جنوب میں درگاہ سے متعلق لوگوں کی آبادی، کچھ تھوڑے سے میواتی اور غیر میواتی طالب علم ـــ یہ تھی کل کائنات۔ مدرسے کی کوئی آمدنی نہ تھی۔ سارے مصارف اللہ کے توکّل پر تھے۔ بڑی تنگی ترشی کے ساتھ گزران ہوتی، بارہا فاقہ کشی تک نوبت آجاتی یا جنگلی پھلوں (گولر وغیرہ) سے پیٹ بھر لیا جاتا۔ طلبہ خود جنگل سے لکڑی لا کر روٹی پکاتے اور چٹنی سے کھاتے۔ مولانا اس سختی سے ذرا ہراساں نہ تھے، بلکہ اپنے ساتھیوں کو اس فارغ البالی اور کشائش سے ڈراتے رہتے تھے جس کے دروازے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کی آزمائش کے لیے کھول دیتا ہے۔ حتیّ الوسع دوسروں کی امداد لینے سے گریز کرتے، بلکہ اس پر ناراضی کا اظہار کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک پرانے رفیق حاجی عبدالرّحمٰن صاحب نے دوڑ دھوپ کر کے دہلی کے بعض حضرات سے مدرسے کے کچھ حجرے تعمیر کروا دیئے۔ مولانا اس پر سخت ناراض ہوئے۔ مدّت تک حاجی صاحب سے بات نہ کی اور فرمایا کہ اصل چیز تعلیم ہے... مدرسے کی عمارت جس دن سے پکّی ہوئی ہے، تعلیم کچی ہو گئی۔ ایک مرتبہ دہلی کے ایک بہت بڑے تاجر نے دعاء کی درخواست کی اور ایک معقول رقم نذر کی، لیکن آپ نے قبول کرنے سے معذرت کی۔ حاجی عبدالرّحمٰن نے وہ رقم لے لی۔ مولانا کو معلوم ہوا، تو وہ بے چین ہو گئے اور جب تک رقم واپس نہ کر دی مضطرب رہے۔ حاجی صاحب سے کہا، دین کا کام پیسوں سے نہیں چلتا۔ پیسوں سے چلتا ہوتا، تو حضورؐ کو بہت کچھ مال و دولت ملتی۔

وقت کی رفتار کے ساتھ مولانا کے مجاہدے اور ریاضت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت نظامُ الدّین اولیاء کی قدیم عبادت گاہ میں پہروں خلوت میں بیٹھے ذکر اذکار اور مراقبے میں محو رہتے لوگ نماز باجماعت کرانے وہیں چلے جاتے طلبہ بھی وہیں جا کر پڑھتے اور رات کا کھانا گھر آکر کھاتے۔ حدیث کا درس دیتے، تو پہلے وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے اور فرماتے، حدیث کا حق تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ تو ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ حدیث پڑھاتے وقت کسی سے بات نہ کرتے، نہ کسی شخص کی آمد پر، خواہ وہ کتنا ہی معزّز کیوں نہ ہوتا درس چھوڑ کر اس کی طرف متوجّہ ہوتے۔ جیسا بھی جھوٹا موٹا کھانا میسّر آجاتا اللہ کا شکر ادا کر کے کھاتے اور کھانے میں کوئی عیب نہ نکالتے۔ طلبہ کو بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھاتے۔ ان کا تدریس کا اپنا ایک انداز تھا۔

مدرسے اور مسجد کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اب میواتی قوم ان کی مرکزِ توجہ بن گئی تھی۔ میو، دہلی کے جنوب میں گوڑگانوہ کے انگریزی ضلع الور بھرت پور کی ہندو ریاستوں میں آباد تھے۔ میو قوم نے کب اسلام قبول کیا اور کن اسباب و عوامل کی بناء پر کیا، پوری قوم نے بیک وقت کیا یا وہ بتدریج صدیوں میں اسلام کی آغوش میں آئی؟ ان سوالات کا جواب ملنا بہت مشکل ہے۔ میو کہنے کو تو مسلمان ہو گئے تھے، لیکن بس کلمہ پڑھنے کی حد تک۔ ان کے گاؤں کے دیوتا وہی تھے جو ہندو زمینداروں کے تھے۔ ہندوؤں کے تہوار جنم اشٹمی، دسہرا اور دیوالی مناتے۔ نیا کنواں تعمیر کرتے، تو پہلے بیروجی یا ہنومان کے نام کا چبوترہ بناتے۔ ان کے دیہات میں شاذو نادر ہی مسجدیں ہوتیں۔ ان کے رسم و رواج ہندوؤں اور مسلمانوں کے رسم و رواج کا معجونِ مرکب تھے۔ حج کو

کبھی نہ جاتے۔ لڑکیوں کو ترکہ نہ دیتے۔ ایک گوت میں شادی نہ کرتے۔ بچوں کے ملے جلے اسلامی اور ہندوانہ نام رکھتے۔ اس دینی بگاڑ کے باوجود میووں میں بعض اعلیٰ اخلاقی صفات پائی جاتی تھیں۔ بڑے شجاع، دلیر، غیرت مند، سادہ اور جفاکش تھے۔ عزم و ارادے کے پکّے تھے اور جو فیصلہ کرتے اسے کر گزرتے۔ علمائے دین اور مشائخ میں سے کسی نے بھی میوات کے علاقے کو مرکزِ توجّہ نہ بنایا۔ اور عجیب بات یہ کہ برّصغیر میں جو دینی تحریکیں اٹھیں ان کے اثرات سے بھی یہ علاقہ محروم ہی رہا۔ سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک احیائے دین کے اثرات دُور دُور تک پھیلے جیسے ابرِ باراں گھٹا بن کر آسمان پر چھاتا اور دُور دراز تک رحمت کے موتی بکھیرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ ابرِ باراں بھی اس خطّے سے گزر گیا۔ مولانا اسمٰعیل صاحب پہلے عالمِ دین تھے جنہوں نے میووں پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ ان کے مدرسے میں کئی میو نوجوانوں نے تعلیم و تربیّت پائی اور میوات کی سرزمین کے مختلف دیہات کو مرکز بنا کر بیٹھ گئے۔ ان کی جدّوجہد سے اسلامی تعلیمات کا نور آہستہ آہستہ پھیلنے لگا اور سیاہ اندھیارے میں روشنی کی کرنیں اپنا رنگ بھرنے لگیں۔ مولانا اسمٰعیل صاحب کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد نے والد بزرگوار کا چھوڑا ہوا کام جاری رکھا؛ تاہم اس کام کی رفتار کچھ زیادہ تیز نہ تھی۔ مدرسے سے نکلنے والے علماء کی تعداد بہرحال محدُود تھی اور ایک وسیع علاقہ ایک ایسی دعوت کا منتظر تھا جو مختصر وقت میں حق کے زیادہ سے زیادہ بیج بکھیر سکے۔ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاسؒ کے لیے خاص کر رکھی تھی۔

مولانا اسمٰعیلؒ اور مولانا محمّد کے عقیدتمندوں اور شاگردوں کو جب پتہ چلا کہ مولانا الیاسؒ اپنے باپ کی مسندِ علم پر جلوہ افروز ہوئے ہیں، تو وہ آپ کی خدمت میں نظام الدّین حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ وہ میوات کا دَورہ کریں اور اپنے خاندانی نیازمندوں کو زیارت سے مشرّف ہونے کا موقعہ عنایت کریں۔ مولانا کا مزاج ان پیرزادوں کا سا نہ تھا جو اپنے ارادت مندوں کی عقیدت کا سرمایہ سمیٹنے کے لیے دَوروں پر نکلتے ہیں اور پُر خلوص دعوتیں قبُول کر کے اور کلمۂ خیر کہہ کر واپس آ جاتے ہیں وہ نظامُ الدّین آتے ہی ایک فیصلہ کر چکے تھے وہ یہ کہ میوات میں جگہ جگہ مکاتب اور مدارس قائم کئے جائیں اور اس طرح تبلیغ و اشاعتِ دین کی ایک مُستقل اور پائیدار صُورت پیدا کی جائے۔ عقیدت مندوں نے میوات لے چلنے کی خواہش کی، تو آپ نے فرمایا؛ "مَیں صرف ایک شرط پر چل سکتا ہوں وعدہ کرو کہ اپنے یہاں مکتب قائم کرو گے۔"

بظاہر یہ معمولی سی فرمائش تھی، لیکن درحقیقت بڑی کٹھن۔ بچوں کو کھیتی باڑی اور مویشی چروانے سے ہٹا کر پڑھنے کے لیے لگانا ان کے لیے ناقابلِ عمل تھا۔ یہ شرط سنتے ہی دعوت دینے والوں پر اوس پڑ گئی اور مولانا نے اس شرط کے بغیر دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دو تین مرتبہ ایسا ہوا۔ آخر ایک میواتی نے ہامی بھر لی۔ دِل میں سوچا ایک بار مولانا کو لے تو چلوں، پھر دیکھا جائے گا۔

مولانا الیاس میوات تشریف لے گئے اور اپنی شرط پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر بڑے اصرار اور جدّوجہد کے بعد ایک مکتب قائم ہو گیا۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ اتنا بابرکت ثابت ہوا کہ اسی سفر میں دس مکتب قائم ہوئے اور زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ میوات کے طول و عرض میں سینکڑوں مکاتب کا جال بچھ گیا۔ جن میں قرآن مجید، نماز، روزے اور دوسرے دینی فرائض کی تعلیم دی جاتی۔ ان مکاتب کے قیام کے وقت مولانا الیاسؒ نے فرمایا تھا، تم صرف ہمیں اپنے بچے دے دو ہم تمام مکاتب کے مصارف خود برداشت کرینگے؛ چنانچہ مولانا نے سب سے پہلے اپنا سرمایہ اور روپیہ جو آبائی جائداد کی آمدنی یا ہدیوں کی شکل میں تھا اس کام پر لگایا اور پھر جب کام بڑھتا چلا گیا، تو لوگوں کی مدد کو قبول کیا۔ مولانا اپنے ان دَوروں میں مکاتب ہی قائم نہ کرتے، بلکہ ان لوگوں کے آپس

کے برسوں کے جھگڑے بھی چکاتے۔ اکثر پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات کو چٹکیوں میں اس طرح حل کر دیتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ سب سے حیرت ناک بات یہ کہ ضدّی سے ضدّی اشخاص بھی آپ کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے تھے۔

مکاتب انفرادی اصلاح کا ذریعہ بن گئے تھے۔ اور وہ بھی صِرف بچوں کی تعلیم کا ذریعہ۔ پھر ان مکاتب میں بچوں کی تعداد ہزار کوشش کے باوجود محدود ہی رہی۔ اکثر گھرانے اپنے بچوں کو مولوی بنانے کے مخالف تھے۔ جو لوگ بچے بھیجتے بھی، تو وہ ذوق و شوق مفقود تھا، جو دینی دولت سے مالا مال ہونے کے تصوّر سے ہونا چاہیئے تھا۔ ادھر بڑوں میں وہی جہالت و جاہلیّت رچی لبی تھی۔ وہ اسی طرح اپنی دنیا میں مست تھے۔ اب تک جو تجربات آپ نے کیے تھے اس سے اس نتیجے پر پہنچے کہ جب تک عام آدمیوں میں دین نہ آئے کچھ نہیں ہو سکتا۔

اگلے کئی سال مولانا نے اسی فکر کے ساتھ دعوتِ دین میں گزارے۔ میوات میں آمدورفت جاری رہی اور لوگ آپ کے سلسلے سے منسلک ہوتے رہے۔ ۴ر شوال ۱۳۴۴ھ میں دوسری بار حج پر گئے۔ مولانا خلیل احمدؒ کی ہم رکابی حاصل تھی۔ مدینہ منوّرہ کے دورانِ قیام میں آپ پر ایک عجب اضطرابی کیفیّت طاری ہو گئی ـــ یہیں خود اپنے قول کے مطابق آپ کو امر اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ حیران تھے کہ مجھ ایسا ناتواں اور ناقص شخص کونسی خِدمت انجام دے سکتا ہے۔

حج سے واپسی کے بعد مولانا الیاسؒ نے اندازِ تبلیغ بالکل بدل دیا۔ اب مدرسوں اور مکاتب کے قیام سے زیادہ عامۃ المسلمین کی زندگیوں میں تبدیلی کو اپنا نصب العین بنا لیا۔ میوات کے دیہات میں تبلیغی گشت شروع کر دیا۔ اور دوسروں کو بھی دعوت دی کہ وہ عوام میں نکلیں اور انہیں دین کے اُصول و ارکان ـــ کلمۂ طیبّہ اور نماز کی تبلیغ و تلقین کریں۔ یہ اس عظیم کام کا آغاز تھا جس کا اشارہ مدینہ منوّرہ میں ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ مولانا متعدد جماعتیں تشکیل کر کے مختلف اطراف میں روانہ کرنے لگے۔ ایک ایک مہینے کا پروگرام بنتا۔ ان دَوروں میں جہاں عام مسلمانوں کو کلمہ اور نماز اور دین کی باتیں سکھائی جاتیں، وہاں تزکیۂ نفس، تربیت فکر و کردار اور دین سے جہالت و نفرت کے خاتمے پر زور دیا جاتا۔ لوگوں کو تلقین کی جاتی کہ وہ دِین کو دنیا پر مقدّم سمجھیں۔ اپنی عادات و اطوار بدلیں۔ اور اللہ کی راہ میں وقت اور پیسے کی قربانی دیں۔ جو لوگ ان دَوروں میں وَعظ و تلقین سے متاثر ہوتے انہیں دَورہ کرنے والی جماعتوں میں شریک ہونے کی دعوت دی جاتی۔ اس طرح دعوت و تلقین کا کام بڑھتا چلا جاتا۔

کچھ مُدّت کے بعد مولانا الیاسؒ نے تبلیغی جماعتوں کو دینی مراکز کیطرف روانہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے دو مقاصد مطلوب تھے۔ ایک یہ کہ علماء اور اہلِ دین بھی اس کام میں ہاتھ بٹائیں۔ دوسرے تبلیغی جماعتوں کے ارکان علماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر ان کے علم سے فیض یاب ہوں۔ ان کے طور اطوار اپنائیں، ان سے تہذیب و شائستگی حاصل کریں اور کلمۂ طیبّہ اور نماز روزے سے آگے بڑھ کر کتاب و سنت کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں۔

اس جدوجہد میں اللہ نے برکت دی۔ تبلیغی جماعتیں دُور دُور تک جانے لگیں۔ عامۃ المسلمین میں دین کا علم سیکھنے کا جذبہ پیدا ہونے لگا اور علماء کی خاصی بڑی تعداد بھی ان سے متاثر ہوئی۔ میوات کی تو گویا فضا ہی بدل گئی۔ صدیوں کے اس تاریک خطّے میں دین کی روشنی جگمگانے لگی۔ جہاں کوسوں دُور مسجد نظر نہیں آتی تھی وہاں گاؤں گاؤں مسجدیں بن گئیں۔ سینکڑوں مکتب اور مدرسے قائم ہو گئے جن میں بچے اور نوجوان قرآن حفظ کرتے اور علمِ دین سیکھتے۔ ہندووانہ لباس اور وضع قطع کی جگہ اسلامی شکل و صُورت اور شرعی لباس نے لے لی۔ خلافِ شرع رسم و رواج ختم ہونے لگے۔ سُود خوری کم ہو گئی، شراب نوشی تقریباً ختم ہو گئی، قتل اور غارتگری

کی وارداتیں کم ہو گئیں۔ لڑائی جھگڑے اور بداخلاقیاں گھٹ گئیں ــــ بدعات اور فسق و فجور کی باتیں دم توڑنے لگیں۔ تبلیغ و تلقین کی اس دعوت سے عوام و خواص بڑی کثرت سے فیضیاب ہوئے۔ رفتہ رفتہ ملک کے دور دراز علاقوں تک دلوں کی کھیتیاں بادِ بہاری سے لہلہانے لگیں۔

اسی دوران میں مولانا الیاسؒ نے دو مرتبہ حج کیا۔ مولانا کی صحت ہمیشہ سے کمزور تھی۔ اس پر حق کی راہ میں مسلسل جانکاہ محنت اور بے آرامی نے اور بھی نڈھال کر دیا تھا۔ آنتوں کی شکایت موروثی اور پیدائشی تھی ــــ تبلیغی سفروں کی کثرت اور مسافرت میں سونے اور کھانے پینے کی بے قاعدگی نے نظامِ جسمانی کو متزلزل کر دیا تھا۔ نومبر ٤٣ء میں آپ کو پیچش ہوئی اور ایسی ہوئی کہ پھر اچھی نہ ہوئی۔ روز بروز ضعف بڑھتا چلا جاتا۔ پھر یہ کیفیت ہو گئی کہ اُٹھنے کے لیے سہارا دینا پڑتا۔ اس زمانے میں بھی دعوت و تلقین ہر وقت پیشِ نظر رہتی۔ جو اصحاب بھی بیمار پرسی اور زیارت کے لیے حاضر ہوتے انہیں رجوع الی اللہ اور تبلیغی سفروں میں شرکت کی ترغیب دیتے۔ تبلیغی سرگرمیوں سے مکمل باخبر رہتے۔ مارچ ٤٤ء تک ضعف بہت بڑھ چکا تھا۔ نماز بھی پڑھانے سے معذور ہو گئے تھے؛ تاہم دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لاتے اور جماعت میں شریک ہوتے۔ علالت کی خبر سُن کر بڑے بڑے علماء اور صلحاء عیادت کے لیے آئے دن آتے رہتے۔ مولانا ان سے تبلیغی کام کے سلسلے میں مشورہ لیتے اور انہیں اس کام پر آمادہ کرتے تاکہ عوام ان کی صلاحیتوں سے مستفید ہو سکیں۔ اس زمانے میں متعدد علاقوں اور شہروں میں تبلیغی وفود بھیجے۔ اپریل تک حالت اور بگڑ گئی۔ جسم ہڈیوں کا پنجر ہو کر رہ گیا تھا۔

وفات سے دو تین روز پہلے کچھ بارش ہو گئی اور ہوا میں کچھ خنکی آ گئی۔ مولانا کو آخری ایام میں گرمی بہت محسوس ہوتی اور آپ کے اصرار پر چارپائی دیر تک باہر رہتی۔ انہی دنوں نمونیے کا حملہ ہوا اور اس کا علم نہ ہو سکا۔ پتہ چلا، تو پلاسٹر لگایا گیا۔ محفل تاریک ہونے کو تھی۔ مولانا کا دماغ بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا اور پیغامات دے رہے تھے اور ہدایت و تلقین کر رہے تھے۔ جو لوگ عیادت کو آتے انہیں اشغال کی تاکید فرماتے۔ ١١ر جولائی کی صبح کو آپ زم زم پیتے ہوئے وہ دعا مانگی جو حضرت عمرؓ مانگا کرتے تھے: "اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسولؐ کے شہر (مدینہ) میں مقدر فرما۔" بالکل آخری دنوں میں اعضاء ماؤف ہو چکے تھے۔ بس ایک دل تھا جو آپ کو تھامے ہوئے تھا۔ اسی عالم میں ١٢ر جولائی کو چھ اصحاب کے نام لیے اور فرمایا ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ انہی میں ان کے اپنے صاحبزادے مولانا محمدؒ یوسف بھی تھے۔

رات کچھ طبیعت سنبھل گئی چارپائی سے اُتر کر وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش کی، مگر تیمارداروں نے منع کیا اور حجرے ہی میں نماز پڑھی۔ پھر فرمایا آج میرے پاس ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں۔ پھر یہ دعا بار بار مانگتے رہے: "اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا سہارا ہے۔" ١٢ر بجے رات گھبراہٹ کا دورہ پڑا۔ ڈاکٹر آئے اور دوا دی۔ رات بار بار اللہ اکبر کا ورد کرتے رہے۔ پچھلے پہر مولانا یوسف صاحب سے فرمایا: "یوسف آمل لے ہم تو چلے۔" اور صبح کی اذان سے پہلے جاں جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ عمر بھر کا تھکا ماندہ مسافر اپنے رب کے جوارِ رحمت میں پہنچ کر اطمینان کی نیند سو رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسائے کو اذیت نہ دے۔ جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بھلی بات کرے یا چپ رہے۔ ٭

یادِ رفتگاں

مولانا محمد شریفؒ آف پتوکی

ایک بے غرض مخلص اور ایثار پیشہ انسان

ایڈیٹر کے قلم سے

١٩٦٤ء اختتام کے قریب تھا جب احقر لاہور آیا۔ آمد کا باعث تو ہفت روزہ خدام الدین کی ادارتی ذمہ داریاں تھیں لیکن سر منڈاتے ہی اولے پڑنے لگے یعنی یہاں آتے ہی جماعتی نظم میں ذمہ داریوں کا شکار ہو گیا۔

احقر کا پورا خاندان مرحوم مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھا بالخصوص حضرت والد محترم مولانا محمد رمضان علوی کو احرار رہنماؤں کا بڑا قرب حاصل تھا وہ دل و دماغ کے اعتبار سے جب بھی احراری تھے اور اب بھی احراری ہیں ــــ احقر کی چونکہ عملی زندگی کا آغاز حضرو ضلع اٹک سے ہوا اور اس کا باعث و ذریعہ ابوذر عصر حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی قدس سرہٗ تھے اس لئے جمعیۃ علماء اسلام سے وابستگی ہو گئی۔ ١٩٦٦ء سے اب تک ہمارے ہاتھوں نے کتنے ہی پتھر کے صنم بنائے جو آج بت خانہ میں بھگوان کا رول ادا کر رہے ہیں۔ لیکن اپنی سرشت وطبیعت نے ایک کارکن سے آگے بڑھنا کبھی گوارا نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ بہت سی خرابیوں سے بچے اور بال بال، ورنہ قیادت کے منصب پر جلوہ گر لوگ اپنے ہی محسنوں کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں متعدد واقعات بطور سند پیش کئے جا سکتے ہیں جن کا ذکر شاید بعض طبائع پر گراں گزرے بہرطور لاہور آیا تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عبد الرشید صاحب ضلع لاہور کے امیر جماعت ہیں ــــ جب لاہور بہت بڑا تھا۔ قصور کا پورا ضلع اس کے جغرافیہ کا حصہ تھا ــــ ڈاکٹر صاحب حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کے دیرینہ خادم و نیاز مند ہیں۔ باغبانپورہ لاہور میں کامیاب کلینک ہے۔ جماعتی میٹنگوں میں موصوف بہت کم آتے بلکہ بالکل ہی نہیں، البتہ ان کے ذریعہ جماعتی بیت المال کا مسئلہ اچھا خاصا بہتر رہتا ــــ ضلعی نظم میں اُس وقت جو دوسرے حضرات منسلک تھے۔ ان میں مرحوم مولانا محمد شریف پتوکی، مولانا سید محمد طیب شاہ صاحب قصور اور مرحوم عبد الحمید صاحب بٹ کے اسماء گرامی مجھے یاد ہیں۔ شاہ صاحب آف قصور ناظم اعلیٰ تھے ان کا نائب مجھے نامزد کر دیا گیا ــــ درمیانی مدت کی یہ نامزدگی مرحوم بٹ صاحب کی خواہش کا نتیجہ تھی۔ اس سلسلہ میں ایک ناخوشگوار حادثہ بھی پیش آیا جس کا ازالہ آئندہ چل کر مخدومی مولانا عبید اللہ انور کیا ــــ اس کی زہرناکی اب بھی مجھے بدمزہ کرتی رہتی ہے لیکن ذکر کا خاص فائدہ نہیں ــــ تھوڑا عرصہ گذرا تو جماعتی انتخابات کا دور آ گیا مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں ضلعی ورکر اکٹھے ہوئے امارت بدل دی گئی اور اب یہ ذمہ داری مولانا محمد شریف کے سر ڈالی گئی ــــ میرے نقطہ نظر سے یہ تبدیلی بہت خوب تھی اور مرحوم اس قابل تھے گویا حق بحقدار رسید۔

لیکن اس کے ساتھ المیہ یہ ہوا کہ میرے جیسے نووارد، اور بے عمل انسان کو اتنے بڑے اور اہم ضلع کا جنرل سکرٹری بنا دیا گیا ــــ اب تو معاملہ نامزدگی کا

نہ تھا باقاعدہ انتخاب کا تھا دو وجہ سے مجھے صدمہ ہوا ایک تو یہ کہ میں اس قابل نہ تھا اور میرے پاس پرچہ کی ادارتی ذمہ داریوں کے سبب وقت کم ـــــ دوسرے میرے مقابل بعض بڑے لوگوں کے نام آئے جن کو محض برائے نام ووٹ ملے ـــــ

ہر چند چاہا کہ یہ ذمہ داری میرے سر نہ ڈالی جائے لیکن میری آواز نقار خانہ میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی۔

پچھلے عبوری دور میں بھی مولانا محمد شریف سے واسطہ رہا کہ وہ اغلباً نائب امیر تھے لیکن اب تو رابطہ بہت گہرا تھا کہ وہ جماعتی طور پر ضلع کی سب سے بڑی شخصیت تھے اور نظامت کی ذمہ داریوں کے سبب میرا ان سے رابطہ بہت اہم اور ضروری تھا۔ تین سال کے عرصہ میں بارہا ملنے کا اتفاق ہوا۔ انفرادی مشورے ہوئے، جماعتی اجلاس ہوئے، جلسوں سے خطاب کرنا پڑا، ماتحت جماعتوں کی کارکردگی دیکھنا پڑی، ان کو منظم کرنا پڑا، میں پتوکی گیا وہ لاہور آئے ان کے علاوہ متعدد مقامات پر باہم ملنا ہوا۔

جی۔ٹی روڈ پر مشہور قصبہ پتوکی میں ان کی رہائش تھی، خطابت و امامت تھی ریلوے اسٹیشن سے قریب ان کی مسجد تھی مسجد سے متصل ان کا مطب۔ وہ بہت اچھے طبیب تھے نباض خوب تھے نسخہ تجویز کرنے میں ماہر، سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ دواؤں کا اہتمام خود کرتے اور پیٹنٹ ادویہ پر انحصار نہ ہونے کے برابر تھا ـــــ کہیں آتے جاتے تو مختصر دواخانہ گویا ان کی جیب میں ہوتا احقر جو شروع سے اعصابی امراض کا شکار ہے دورانِ سفر کئی مرتبہ ان کی مسیحائی کا معترف ہوا اور قدرت کے بخشے ہوئے دستِ شفا سے انہوں نے میرا علاج کیا۔ مرحوم وضع قطع کے اعتبار سے بالکل سادہ منش تھے، دھوتی پہنتے، کھلا کرتہ اور سر پر دوپلی ٹوپی۔ عمر کے تقاضا کے پیش نظر چشمہ استعمال فرماتے لیکن بہت کم قیمت ـــــ ان کے لباس یا وضع قطع میں دورِ حاضر کے بے عمل واعظوں اور پیشہ ور مقررین کی خوبو بالکل نہ تھی۔ اسلاف و آبائے کرام کی سادگی و شرافت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

علمی اعتبار سے بڑے پختہ کار تھے مختلف مواقع پر کئی باتیں احقر نے خود پوچھیں، میری موجودگی میں متعدد احباب نے ان سے علمی استفادہ کیا، جب بھی ایسی بات ہوتی تو علم کا دفتر کھل جاتا۔ میں ان کی ذہانت و ذکاوت، حافظہ اور علوم متداولہ سے گہری مناسبت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا ـــــ قدرت نے ان کو ایسی خوبی بخشی تھی کہ لوگوں کے عقل و شعور کے مطابق بات کرتے اور بڑی سادگی و پرکاری سے بات سمجھا دیتے حتیٰ کہ سائل مطمئن ہو جاتا۔ ان میں یہ خوبی بھی میں نے دیکھی کہ جدید مسائل پر گہری نظر تھی اور اگر کوئی جدید روشنی کا رسیا نوجوان اس قسم کے کسی مسئلہ پر ان سے بات کرتا جس کے متعلق ذہن یہ ہوتا کہ مولوی کا اس سے کیا تعلق، تو وہ اسے بڑی خوبی سے مطمئن کرتے۔

ملک کے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مسائل سے خوب واقف تھے۔ ان پر ان کے تبصرے بڑے بے لاگ اور حقیقت پسندانہ ہوتے اور ان کے حل کے سلسلہ میں ان کی رائے بڑی وزنی!

اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب حوصلہ اور ہمت عطا فرمائی تھی۔ مسجد میں امامت، خطابت، درس، بعض بچوں کو باقاعدہ پڑھانا، مطب، گھریلو ذمہ داریاں اور پھر جماعت کے لئے بھاگ دوڑ، کبھی ایسا نہ ہوا کہ ان سے کہیں آنے جانے یا میٹنگ و جلسہ کی بات ہوئی ہو اور انہوں نے گریز کیا ہو۔

اپنے اکابر و اسلاف سے گہرا تعلق تھا ان کا ذکر کرتے تو اس میں عقیدت کا جذبہ بطریق اتم ہوتا۔ اعلیٰحضرت بریلوی اور مودودی صاحب کی تحاریک سے کسی دور میں موصوف کا تعلق رہا۔ لیکن اب ان تمام چیزوں سے قطعی بے زار تھے اور گویا حقیقت کی طرف ان کا رجوع اطمینان قلب کے بعد ہوا تھا اس لئے قدرتی طور پر ان میں صلابت و پختگی بہت تھی اور اب کسی بھی گمراہ فرقہ سے انہیں بات کرنا پڑتی تو وہ بلا کی حاضر جوابی اور ذہانت کا مظاہرہ کرتے حتیٰ کہ مد مقابل لاجواب ہو جاتا۔ تبلیغی جماعت کے اکابر سے تعلق خاطر تھا اس کو چہ میں صحرا نوردی کا ذوق بھی تھا۔ حضرت لاہوری، حضرت درخواستی، حضرات جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور مولانا عبدالعزیز چک ۱۱ وغیرہ سے تو بڑی مناسبت تھی جب کبھی ان حضرات کا ذکر ہوتا تو وہ کھل جاتے اور ان حضرات کو ملنے اکثر تشریف لے جاتے کوشش کرکے اپنے یہاں بلاتے۔

احقر پر بڑے مہربان تھے بڑی شفقت فرماتے حوصلہ افزائی فرماتے۔ ان کی صحت بہت دنوں سے خراب ہو رہی تھی سال گذشتہ امید و بیم کی کیفیت پیدا ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔

حتیٰ کہ اب پھر معاملہ دگرگوں ہو گیا شدید قسم کا یرقان تھا ان کے خواہر زادے برادرم مولوی محمود الحسن رشیدی نے مجھے بتلایا انہی کے ساتھ میو ہسپتال جانا ہوا۔ دیکھ کر طبیعت افسردہ ہوئی ایک چہکتا ہوا انسان بستر مرگ پر تھا ان کے صاحبزادے خالد میاں پاس تھے نماز کی اس حالت میں بھی انہیں فکر تھی جو عنداللہ ان کی مقبولیت کی دلیل تھی ـــــ خالد میاں کے کہنے سے مشہور ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب سے ملے انہوں نے شہد پلانے کو کہا اور وعدہ کیا کہ اگلے دن ہسپتال جائیں گے لیکن اگلے دن مولانا وہاں چلے گئے جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا عزیزی مسعود میاں نے احقر کو اطلاع دی بلکہ اس کے ساتھ جا کر متعدد حضرات کو خود احقر نے اطلاع دی لیکن میرے مقدر میں جنازہ نہ تھا ہوا یوں کہ گھر کے کسی ہنگامی مسئلہ و پریشانی کے سبب سرگودھا جانا پڑا یوں ایک ظلوم وجہول انسان اپنے اس محسن کے جنازہ کی شرکت سے محروم رہا ـــــ بہر طور ان کی یادیں میری زندگی کا سرمایہ ہیں وہ ہماری عظیم متاع تھے۔ جماعتی طور پر ان کے کارنامے سنہری حروف سے لکھے جائیں گے ان کی موت پر جماعتی اکابر و احباب نے گہرے رنج کا اظہار کیا۔

ان کی غالباً چار صاحبزادیاں ہیں تو دو صاحبزادے جن میں سے خالد میاں اخبارات کی نامہ نگاری کا فرض ادا کر رہے ہیں تو دوسرے مولوی عبدالقادر انور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے فارغ اور بڑے باصلاحیت نوجوان ہیں مولانا کی جگہ وہی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس خاندان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے مولانا کا آخری مسکن جنت کا باغ ہو اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ان کے شامل حال!

بقیہ : احادیث الرسولؐ

اے میرے رب! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہوں کا اقرار کرا دے گا۔ اور مومن دل میں خیال کرے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے گناہ دنیا میں ڈھانک دئیے تھے اور آج میں تیرے سارے گناہ بخشتا ہوں پھر اسے نیکیوں کا عملنامہ دے دیا جائے گا اور کافر اور منافق انہیں تمام لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ظالموں پر لعنت ہے

بہ نامے

دو انتہائی اہم مکتوب پیشِ خدمت ہیں۔ پہلا مکتوب حضرت لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز اور موجودہ حضرت کے انتہائی عقیدت مند عبدالحمید صاحب پہلوان آف ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ہے جو انہوں نے سال گذشتہ اپنے تبلیغی سفر کے دوران پرتگال سے لکھا۔ احقر مدیرِ خدام الدین اپنے کسی کالم میں اس کا ذکر بھی کر چکا ہے یہ اہم ترین مکتوب افسوس کہ کاغذات میں اِدھر اُدھر ہو گیا تاخیر پر ہم شرمندہ ہیں لیکن اس کی خوشبو میں فرق نہیں آیا مکتوب سے جہاں تبلیغی جماعت کی پرخلوص کوششوں کے ثمرات کا اندازہ ہوتا ہے وہاں دکانِ علم و معرفت شیرانوالہ کی جلوہ آفرینیاں سامنے آتی ہیں کہ یہاں کی محنت کے اثرات کہاں کہاں محسوس ہو رہے ہیں ——

دوسرا مکتوب علاقہ تھل کے ایک غیور و درد مند مسلمان کا ہے جس کے مندرجات حکومت، برادرانِ اہلسنت اور عوام کے لئے قابلِ غور ہیں اور دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو سنبھالیں ورنہ حشر و انجام الامان —— تصور کرنا مشکل ہے۔ —— (علوی، مدیر خدام الدین)

از لزبن (پرتگال)
۲۲ شعبان ۱۴۰۳ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ اللہ پاک کے فضل و احسان سے آپ بخیریت ہوں گے۔ کوئٹہ سے روانگی سے قبل ایک عریضہ بذریعہ حاجی بشیر صاحب ارسال کیا تھا جس میں پوری جماعت کی طرف سے دعا کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کے بعد ہم لوگ آپ کی دعا و برکت سے عازم سفر ہوئے۔ چونکہ موسم سخت سرد تھا اس لئے کچھ گھبراہٹ تھی کیونکہ سفر بھی بہت لمبا ہے۔ خاص کر ترکی اور یورپ کی منجمد فضاؤں کا خوف تھا مگر اللہ جل جلالہٗ نے بخیر و خوبی اپنا خاص فضل فرماتے ہوئے، ان کٹھن راستوں کو آسان بنا دیا۔ ہماری جماعت بلغاریہ، یوگوسلاویہ، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، فرانس اور سپین سے ہوتی ہوئی ۸ ارمئی کو پرتگال پہنچ گئی۔ اب اللہ پاک کے فضل و کرم سے صبح و شام دین کی عالی محنت میں مصروف ہے۔ یہاں پر تقریباً پندرہ ہزار کے قریب موزنبیق کے مہاجر مسلمان آباد ہیں۔ جو دین کا بڑا ہی درد رکھتے ہیں اور ہماری خوب نصرت فرما رہے ہیں۔ ان میں ایک صاحب عبداللہ سوداگر جو موزنبیق کے بہت بڑے تاجر تھے آج کل لزبن میں مقیم ہیں اُن کی ملاقات کے لئے ہم گئے تو دورانِ ملاقات پتہ چلا کہ اُن کی دو بچیاں حضرت اقدس کے مدرسہ البنات سے فارغ التحصیل ہو کر آج کل لزبن میں مقیم ہیں۔ یہ جان کر بڑی ہی مسرت ہوئی کہ ماشاء اللہ حضرت کے انوارات کی خوشبو خدائے پاک نے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا رکھی ہے۔ خاص کر جب بھائی سوداگر کو اس بات کا علم ہوا کہ ہم حضرت کے تعلق والے ہیں تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور انہوں نے ہمارا خوب اکرام کیا اور ایک شاندار دعوت کا اہتمام فرمایا۔ اور حضرت اقدس کی خدمت میں مودبانہ سلام پیش کرنے کے لئے عرض کیا۔ بچیوں نے بھی پتہ چلنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ پاک انہیں خوش و خرم رکھے۔ آمین

الحمد للہ یہاں پر دین کی محنت

خوب ہو رہی ہے پہلے سے یہاں پر دو مساجد موجود ہیں۔ تیسری مسجد سعودیہ کے حکمران اپنے خرچہ پر تعمیر کروا رہے ہیں۔ ماشاء اللہ کام کی برکت سے چوتھی مسجد کی بنیاد بھی رکھ دی گئی ہے یہاں پر ہماری جماعت نے خیمہ لگایا تھا۔ اس محلہ میں یہ مسجد تعمیر کی جائے گی۔ اس کے ساتھ مدرسہ تعلیم القرآن بھی کھولنے کا پروگرام ہے۔ الحمد للہ یہاں پر بھی ہماری جماعت نے خیمہ لگایا اُن سب جگہوں پر خدا کے فضل سے باجماعت تراویح پڑھنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور حفاظ صاحبان جو کہ انگلینڈ سے منگوائے گئے ہیں وہ تراویح کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ اللہ پاک کا بڑا احسان ہے کہ اس غفلت اور بے حیائی کے ماحول میں دین زندہ ہو رہا ہے اور مسلمان احباب اعمالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف برضا و رغبت بڑھ رہے ہیں۔ اس میں کسی کا کمال نہیں۔ محض خدائے عزوجل کا کرم ہے کہ وہ اس کے لئے جماعتوں کو ذریعہ بنا رہے ہیں۔ انشاء اللہ اگر امت یونہی قربانی کرتی رہی۔ اور آپ بزرگوں کی سرپرستی اور توجہ رہی تو ایک نہ ایک دن سارے کا سارا یورپ اسلام قبول کر کے رہے گا۔ چونکہ یہ یورپین لوگ اپنے ماحولوں سے بہت تنگ ہیں۔ اور کوئی دوسرا راستہ سکونِ قلب حاصل کرنے کا ڈھونڈ رہے ہیں مگر اسلام کے سوا انہیں کوئی سکون دینے والا نہیں نظر آتا اس لئے اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں کہ کب مسلمان اسلام کو پوری طرح اپناتا ہے۔ صرف اُن کی اسلام میں جلد داخل نہ ہونے کی وجہ ہم مسلمان ہی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ خدائے پاک ہمیں سو فیصد دین پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔ تاکہ ہم رکاوٹ نہ بنیں بلکہ راستہ کھولنے والے ہوں۔

حضرت اقدس کی خدمت میں پوری جماعت کی طرف سے مودبانہ سلام عرض ہو اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ انشاء اللہ پھر موقع ملنے پر چند سطور پیشِ خدمت کروں گا۔

حاجی بشیر صاحب، میاں محمد اجمل صاحب، محمد اکمل صاحب جناب ایڈیٹر صاحب خدام الدین و دیگر احباب انجمن کی خدمت میں السلام علیکم عرض ہو۔

فقط احقر العباد

عبدالحمید پہلوان عفی عنہ بقلم ناچیز عبداللہ خان

مکرمی جناب مینیجر صاحب و کیلی خدام الدین

السلام علیکم۔ مودبانہ التماس ہے کہ سخت پریشانی میں مختصر عریضہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ لفافہ میرے پاس نہیں تھا اور بلاتاخیر لکھنا چاہتا تھا اس لئے کارڈ لکھنے پر اکتفا کر رہا ہوں امید کرتا ہوں کہ آپ ایڈیٹر صاحب سے ایک دلنشین و جامع اداریہ لکھوا کر خدام الدین میں شائع کرائیں گے۔ اور نظام العلماء کے تمام لیڈروں کو بھی اس انتہائی تشویشناک صورت حال سے آگاہ کریں گے: تاکیداً عرض ہے کہ خصوصی توجہ فرمائیں۔ آمدم برسر مطلب! —— موجودہ حکومت نے زبانی اسلام دوستی اور نفاذ اسلام کے دعویٰ و پروپیگنڈا اور عملاً اسلام سے مذاق بلکہ اسلام کی رسوائی و نفاذ اسلام میں کوتاہی کے لئے کام کیا ہے، خصوصاً شیعہ، سُنی فقہ میں نزاعی قانون زکوٰۃ و عشر کو سب سے نافذ کر کے اختلاف کا دروازہ کھولا۔ پھر یہ ظلم کیا کہ شیعہ فرقہ والوں کو عشر سے مستثنیٰ قرار دے کر "شیعہ ہونے کا فارم طلب کر لیا۔ جس کا دلخراش نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے علاقہ کے تو سینکڑوں ہزاروں ٹھیٹھ و قدیمی سُنی گھرانے شیعہ بن گئے۔ حالانکہ حکومت کو چاہئے تھا کہ تمام فرقوں کے لئے ایک قانون ہوتا یا پہلے شیعہ فرقہ کے لوگوں پر خُمس کا قانون نافذ کیا جاتا اور پہلے سُنی لوگوں سے سُنی ہونے کا فارم پُر کرایا جاتا۔ ایک ضروری شرعی فریضہ کی ادائیگی سے منہ موڑنے اور غرباء کا حق غصب کرنے کے لئے بدترین طریقہ اپنانے اور گمراہی کا راستہ اختیار کرنے یعنی سرے سے مذہب حقہ اہل سنت کو چھوڑ دینے کی سزا سامنے آگئی ہے، ہمارے علاقہ میں تقریباً آدھا مہینہ مسلسل بارش ژالہ باری رہی، آج پہلا دن ہے کہ بارش بھی نہیں اور دھوپ

نکلی ہے، اگر مطلع پوری طرح صاف نہیں ہے، بارشوں سے فصلات بُری طرح متاثر ہوئی ہیں، خصوصاً ہمارے علاقہ تھل کی قیمتی فصل "چنا" تو برباد ہوگیا ہے، جو فصل کٹ چکی تھی وہ گل سڑ گئی ہے۔ جو فصل کھڑی ہے اس کے اندر دانہ پھول گیا ہے، غرضیکہ نہ صرف انسان بلکہ جانوروں کی زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔ براہِ کرم آپ دلنشین انداز میں لوگوں کو سمجھائیں اور تنبیہہ کریں کہ یہ اس بدعملی و بے ایمانی کی سزا ہے کہ عشر سے بچنے کے لئے دوسرا عقیدہ اختیار کیا یا ظاہر کیا۔

دوسری طرف حکومت سے اپیل کریں کہ تمام فرقوں کے لئے ایک ہی قانون بنایا جائے بلکہ یہ مطالبہ ہونا چاہئے کہ موجودہ حکومت غیر اسلامی ہے۔ اسے عشر کی وصولی یا معافی کا کوئی اختیار نہیں، حکومت کی طرف سے آفت زدہ علاقوں میں عشر کی معافی کا اعلان، واضح شرعی احکام کو مسخ کرنے کی کتنی شرمناک جسارت ہے اور ستم برائے ستم کہ سوائے شیعہ فرقہ کے دیگر تمام فرقوں کے علماءکرام میں ہم آہنگی ہونے کے باوجود خاموش ہیں۔ بلکہ جماعت اسلامی تو اس صورتحال پر خوش نظر آتی ہے بلکہ یوں گمان ہوتا ہے کہ اس سازش میں شریک ہے۔ آپ اس طرف فوری توجہ فرمائیں۔ نہ صرف علماء دیوبند شریف بلکہ بریلوی واہل حدیث علماء کرام کو بھی ہمنوا بنا کر مضبوط موقف اختیار کیا جائے اور حکومت پر واضح کیا جائے کہ جب تک شیعہ فرقہ سے پہلے خمس وصول نہیں کیا جائے گا سُنّی لوگ حکومت کو عُشر ادا نہیں کریں گے بلکہ پہلے کی طرح اپنی مرضی سے خود تقسیم کریں گے۔

یہاں میں ضمناً مگر تاکیداً عرض کرتا ہُوں کہ ہمارے علاقہ میں جس طرح سُنّی لوگوں نے حکومت کو عُشر دینے سے بچنے کے لئے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے اگر دوسرے علاقوں میں بھی یہی صورتِ حال ہے تو پاکستان عنقریب ایران بن جائے گا اس لئے بریلوی، دیوبندی تنازعہ کا تصفیہ ناگزیر ہے۔ حضرت شیخ التفسیرؒ کی بھی بڑی خواہش تھی اور بریلوی مکتب فکر کے رہنما نیازی صاحب اور شیخ التفسیرؒ میں ہم آہنگی تھی اور تبادلہ خیال ہوتا رہتا تھا۔ براہِ کرم آپ خدام الدین میں مسلسل تبلیغ کریں اور نیازی فارمولا کی تائید کریں۔ امید ہے کہ بریلوی لوگوں کی اکثریت بھی اپنے رہنما کے پیش کردہ فارمولا کی تائید کرے گی۔

یہاں میں دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ موجودہ بارشوں اور عذاب کی طرف لوگوں کو توجہ دلائیں کہ یہ دیگر بداعمالیوں کے ساتھ بدعقیدگی اختیار کرنے کی سزا ہے، واعظین کو بھی توجہ دلائیں کہ کہ اس موضوع پر تقریریں فرمائیں۔ ممکن ہے منحرف سُنّی دوبارہ اصل عقیدہ پر آجائیں اور جو تیاری کر رہے ہیں باز آجائیں۔

ایک دردمند سُنّی مسلمان

ڈاکٹر شبیر بہادر کا مکتوب

محترمی زاد عنایۃ،

السلام علیکم "خدام الدین" کے دو پرچے ۱۷ اور ۲۴ جون۔ دونوں کل یک جا ملے۔ اور پڑھ کر ہی دم لیا۔ ویسے تو "خدام الدین" سارے کا سارا ہمیشہ ہی علم و عرفان کا نور ہوتا ہے خاص کر خطبۂ جمعہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ساتھ ہی آپ کے اداریے اور دیگر مضامین۔ گو ہر اداریہ فکر انگیز اور صدائے حق کے زمزموں سے معمور ہوتا ہے۔ لیکن ۱۷ جون کے اداریے نے تو حق کی حمایت کا اعلان اس زور سے کیا کہ حق کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ اس اداریے کی عبارت کی روانی ایک الہامی آمد ہے اس کی انشاء و بلاغت نے تو واقعی قلم توڑ دیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء جزاک اللہ۔ دوسرے مضامین کے تنوع، دل آویزی اور تاثیر کا کیا ذکر کروں۔

ع کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا ایں جاست

یہ خط میرے احساسِ قلب کا مظہر ہے اور بس لہٰذا جواب طلب تو نہیں۔ لیکن دُعا طلب ضرور ہے۔ آپ کی اور حضرت قبلہ مولانا عبیداللہ انور صاحب کی، امید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

محتاج دُعا

ڈاکٹر شبیر بہادر خان

پنی، ایبٹ آباد

انجمن کے شب و روز

ترتیب: ظہیر میر

۳۰۔ مئی بروز منگل: حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے دورۂ تفسیر کے طلباء کو باقاعدہ پڑھانا شروع فرما دیا ہے۔ حضرت اقدس رات دس بجے تشریف لاتے ہیں اور تعلیم و تدریس کا یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا ہے۔ اس علمی اور بابرکت مجلس میں طلباء کرام کے علاوہ کئی دوسرے باذوق حضرات بھی تشریف لاتے ہیں اور حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے تفسیر قرآن کے پُرمغز اور انقلابی لیکچرز سے مستفید ہوتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ رمضان المبارک میں حضرت اقدس کی تدریس کا وقت بعد نماز تراویح سے سحری تک چلتا رہتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے تاکہ طلباء کرام مکمل اور بھرپور استفادہ کر سکیں۔

۳۱۔ مئی: حضرت اقدس کی بھانجی مرحومہ سعیدہ بی بی کے انتقال پر مختلف علاقوں سے بڑی تعداد میں خواتین و حضرات تعزیت کے لئے آتے رہے سوہدرہ، وزیر آباد، گوجرانوالہ خصوصاً خانپور سے زیادہ احباب آئے اور حضرت اقدس نے بطور خاص ان سے ملاقات کی، مدرسہ البنات کی ہونہار بچیوں نے ایصال ثواب کے لئے قرآن عزیز ختم کیا اور خلاصۃ المشکوٰۃ اور گلدستہ صد احادیث بھی ختم کیں۔ میاں صاحب نے نیا داخلہ لینے والی بچیوں کو تبرکاً اسباق شروع کرائے دعا فرمائی۔

۲۔ جون بروز جمعرات: صبح گیارہ بجے حضرت مولانا میاں اجمل قادری صاحب مدرسۃ البنات گمٹی بازار لاہور تشریف لے گئے۔ یہ مدرسہ بھی حضرت شیخ التفسیرؒ کے باقیات الصالحات میں سے ہے۔ میاں صاحب نے مدرسہ البنات کی کارکردگی پر اظہار اطمینان کیا مختلف شعبے دیکھے اور مزید ہدایات دیں اور دعا فرمائی۔

حضرت اقدس نے بعد نماز مغرب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں حسب معمول مجلسِ ذکر منعقد کروائی۔ نماز عشاء کے بعد مختلف علاقوں سے آئے ہوئے حضرات کے مسائل سُنے اور اُن کی تسلّی و تشفّی فرمائی۔

۳۔ جون بروز جمعۃ المبارک: حضرت اقدس نے حسبِ معمول نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد دُور دراز سے آئے ہوئے حضرات سے فرداً فرداً ملاقات فرمائی اور انہیں مناسب ہدایات سے نوازا۔

۴۔ جون بروز پیر: حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے۔ وہاں مختلف جماعتی احباب سے جماعت کی تازہ ترین صورت حالات پر تبادلہ خیالات کیا اور بعد نماز عشاء ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کیا۔

۵۔ جون بروز اتوار: حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ حسب معمول جامع مسجد خضراء سمن آباد لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں بعد مغرب مجلسِ ذکر منعقد کرائی۔ ذکر کے بعد خطاب بھی فرمایا۔ یاد رہے کہ ہر انگریزی مہینے کی پہلی اتوار کو مسجد خضراء میں بعد مغرب مجلسِ ذکر منعقد ہوتی ہے۔ اس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات شرکت کرتے ہیں اور تعلیمیافتہ حضرات میں سے ڈاکٹرز، پروفیسرز، وکلاء صاحبان خاصی تعداد میں موجود ہوتے ہیں مجلس ذکر کے بعد محترم حاجی ظہیر الدین صاحب کے

ہاں عشائیہ کا پرتکلف اہتمام تھا یہاں سے فراغت کے بعد حضرت اقدس ملتان روڈ پر ہلال انجینیرنگ کمپنی تشریف لے گئے وہاں مولانا محمد اکرم مرحوم کی اہلیہ کے انتقال پر اُن کے صاحبزادوں سے تعزیت فرمائی۔ مولانا محمد اکرم مرحوم کی اہلیہ کا اسی روز علالت کے باعث انتقال ہوا تھا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا محمد اکرم مرحوم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے سابق ناظم تھے۔ ان کے دور میں جمعیۃ نے جتنی تیزی سے ترقی کی اُس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ ایک تبلیغی ذہن رکھنے والے مرنجاں مرنج فعّال اور منتظم مزاج انسان تھے۔ اللہ نے انہیں بہت سی انتظامی اور تکنیکی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ مرحوم کی اہلیہ محترمہ بھی ایک نیک سیرت اور انتہائی مخلص، غریب پرور خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب فرمائے۔ اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب فرمائے۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے چھ بچے چھوڑے ہیں۔ جو ماشاءاللہ سب صاحب حیثیت ہیں۔ مرحومہ کا جنازہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھایا۔ وہ پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود سرگودھا سے انتقال کی خبر سننے کے بعد پہنچے۔ جنازہ کے بعد حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب نے لوگوں کو آخرت کی فکر کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے مولانا اکرم مرحوم کے صاحبزادوں سے تعزیت فرمائی۔ اور مولانا مرحوم کی شاندار خدمات کو سراہا۔ حضرت اقدس نے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ ان کے بچوں کو تسلی و تشفی دی۔ اور رات تقریباً گیارہ بجے واپسی ہوئی۔

۶۔جون بروز پیر: حضرت اقدس دامت برکاتہم خواجہ عبدالوحید کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبدالقدیر کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ جمعرات کو دوبئی میں طویل علالت کے بعد ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا اور آج لاہور میں ان کی تدفین عمل میں آئی تھی حضرت نے وہاں سارے خاندان اور خاص طور سے خواجہ قدیر صاحب مشفق خواجہ سے دلی تعزیت کی اور دعا کی کہ حق تعالےٰ انہیں مغفرت فرمائیں اور اپنے جوار رحمت سے نوازیں پس ماندگان کو صبرِ جمیل دیں بچوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت کے ساتھ پروان چڑھائیں۔ آمین

۹۔جون بروز جمعرات: حضرت اقدس نے حسبِ معمول جامع مسجد شیرانوالہ میں مجلس ذکر منعقد کرائی۔ رمضان المبارک سے قبل آخری جمعرات ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد میں مختلف علاقوں سے لوگ تشریف لائے۔ حضرت اقدس نے نماز کے بعد ان حضرات کے مسائل سُنے۔ ان کی تسلّی و تشفی فرمائی اور انہیں ہدایات دے کر رخصت فرمایا۔ اسی رات انجمن خدام الدین کی مجلسِ انتظامیہ کی میٹنگ بھی حضرت اقدس کی زیرصدارت جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ میں جناب صاحبزادہ مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب، جناب طفیل بٹ صاحب، جناب ازہر صدیق صاحب، جناب ڈاکٹر عبدالرشید صاحب، جناب حافظ عبدالواحد صاحب، جناب خالد بٹ صاحب اور دوسرے حضرات نے شرکت کی۔ میٹنگ میں ہفت روزہ خدام الدین اور انجمن خدام الدین سے متعلق بعض اہم امور پر تبادلہ خیالات کیا گیا۔ اور مختلف امور کی انجام دہی کے لئے فیصلے کئے گئے۔

۱۰۔جون بروز جمعۃ المبارک:
حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے حسبِ معمول جامع مسجد شیرانوالہ میں نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز کے بعد دُور دراز سے آئے ہوئے حضرات سے ملاقات فرمائی ان کے مسائل سُنے اور ہدایات دیں۔ اسی روز بعد نماز مغرب گڑھی شاہو لاہور میں مرحوم عبدالحمید بٹ صاحب کی نواسی کی تقریب نکاح میں شرکت کی نکاح مسنونہ پڑھایا اور دعا خیر فرمائی۔ مرحوم عبدالحمید بٹ صاحب کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور پھر حضرت اقدس سے جو تعلق خاطر تھا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔ مرحوم نے پوری زندگی دین حقہ کی ترویج و اشاعت کے لئے علماء حق کے ساتھ جس جرأت اور پامردی سے ساتھ دیا ہے۔

جماعتی زندگی میں اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اللہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مرحوم کی وفات کے بعد اُن کے خاندان میں ہمارے حضرت اقدس ہی سرپرستی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم بٹ صاحب کے پورے خاندان پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

۱۱۔جون بروز ہفتہ: حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے جامعہ مسجد قاسمیہ نوشاد باغ لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جلسہ عام سے حضرت مولانا عبدالقادر آزاد نے بڑا پُر مغز خطاب فرمایا۔ انہوں نے اسلام کے اقتصادی، معاشی، سیاسی اور سماجی نظام پر دلائل سے روشنی ڈالی۔ حضرت اقدس نے اپنی دعا میں منتظمین جلسہ اور تمام احباب کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ حضرت اقدس نے جلسہ کے اختتام پر اُس تختی کی نقاب کشائی فرمائی جو مسجد کی انتظامیہ نے مسجد میں نصب کی ہے۔ اس تختی پر حضرت اقدس کا نام جلی حروف میں کندہ کیا گیا ہے۔

۱۳۔جون بروز پیر مطابق یکم رمضان المبارک: رمضان المبارک کی آمد سے شیرانوالہ کی رونقیں بڑھ گئی ہیں۔ دورۂ تفسیر کے طلباء کرام اپنی پڑھائی میں خوب مصروف ہیں۔ صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر تک استاذ العلماء مولانا حمیدالرحمٰن صاحب عباسی طلباء کرام کو پڑھاتے ہیں۔ بعد نماز ظہر مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب نے طلباء کرام کو پڑھایا۔ اور ۴ رمضان المبارک سے ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب طلباء کرام کو ۲ بجے سے ۵ بجے سہ پہر تک پڑھاتے ہیں۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ بعد نماز تراویح سحری تک مدرسہ قاسم العلوم میں طلباء کرام کو پڑھاتے ہیں۔

حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نماز فجر کے روزانہ محلہ فاروق گنج کی جامع مسجد میں درس قرآن حکیم دیتے ہیں۔ یہ وہ مسجد ہے جو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑھیا کے چندہ سے تعمیر کروائی تھی۔ اب اس کی تعمیر جدید مکمل ہو چکی ہے۔ حضرت میاں صاحب کے درس میں خاصی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں، اور قرآن کی برکتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

۱۴۔جون بروز منگل بعد مغرب: حضرت میاں اجمل صاحب نے مدرسہ قاسم العلوم میں جناب حاجی عبدالرؤف صاحب آف کوئٹہ کے اعزاز میں دعوت افطار کا اہتمام کیا۔ جناب حاجی عبدالرؤف صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور وہاں حضرت اقدس کے حکم سے اپنے گھر میں مجلس ذکر کراتے ہیں۔ وہاں پر ایک صالح نوجوان مولانا احمد علی سراج صاحب مجلسِ ذکر کے بعد خطاب فرماتے ہیں۔ ان ساتھیوں کی کوششوں سے کوئٹہ میں ایک اچھا خاصا حلقہ پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان ساتھیوں کے حوصلوں کو جلا بخشے انہیں دین و دنیا کی کامرانیاں نصیب فرمائے تاکہ یہ سلسلہ خیر منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے۔

۱۶۔جون بروز جمعرات: عالم اسلام کے نامور مفکر حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے باقاعدہ اپنی کلاس کا آغاز فرمایا وہ دس روزہ کلاس میں بعد نماز ظہر تا نماز عصر "مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ" کے عنوان پر روزانہ لیکچر دیتے ہیں۔ طلباء دورۂ تفسیر کے علاوہ لاہور کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی بڑی تعداد میں ان مفید لیکچرز میں شریک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ صاحب کو صحت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے۔ وہ اس وقت پوری دنیا میں اسلام کے سفیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عُمر میں برکت نصیب فرمائے۔ (آمین) اور ہم سب کو اُن سے بھرپور استفادہ کی توفیق دے۔ (آمین)

بچوں کی دعا

دُعَاءُ اَطْفَالِ اُمَّتِیْ مُسْتَجَابٌ مَالَمْ یُقَارِفُوا الذُّنُوْبُ۔ (حدیث)

ترجمہ: میری امت کے بچوں کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک گناہ نہ کریں۔

مرسلہ: محمد عاصم۔ گکھڑ منڈی

فرمان — حضرت محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علیؓ ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائینگی"۔ دریافت کیا گیا: "یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا:-

○ جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے ——

○ امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے — ○ زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔

○ شوہر بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان بن جائے ——

○ آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے ——

○ مساجد میں شور مچایا جائے۔ ○ قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔

○ آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے ——

○ نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں ——

○ مرد ابریشم پہنیں —— ○ آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے۔

○ اور گانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں —— اور

○ اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں ——

غور کیجئے ہم کس دور میں ہیں؟ (ترمذی - باب علامات الساعۃ)

طبی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

وجع المفاصل

س: میری بیوی کے جوڑوں میں شدید درد ہوتا ہے۔ ڈاکٹروں سے کافی علاج کرایا۔ لیکن مستقل فائدہ نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحبان کہتے ہیں کہ یہ بیماری تا زندگی رہے گی۔ اس لئے برابر دوائیں استعمال کرتے رہو۔ اب تو دوائی کھانے پر آنکھوں کے آگے اندھیرا ہو جاتا ہے اور دل گھبراتا ہے۔ (رحمت علی ناصر، غلہ منڈی چشتیاں)

ج: جوڑوں کے درد کے لئے نسخہ ذیل مفید ہے:-

۱- پوست ہلیلہ زرد (۲) سورنجان شیریں (۳) صبر سقوطری تینوں دوائیں ہم وزن لے کر پیس لیں۔ روزانہ ۲/۲ ماشہ صبح دوپہر شام پانی کے ساتھ کھلائیں، چاول، انڈا اور دوسری لیسدار چیزوں سے پرہیز کریں۔ دل گھبرانے کے لئے صبح و شام خمیرہ گاؤزبان ۶/۶ ماشہ کھلایا کریں انشاءاللہ صحت ہوگی۔

اولاد نرینہ کا روحانی علاج

خدام الدین ۲۰ مئی ۱۹۸۳ء میں ایک ڈاکٹر صاحب کا خط اور اس کا جواب پڑھ کر خوشی ہوئی اس عاجز کے مرشد کے پاس ایک انتہائی نادر اور کمیاب روحانی نسخہ ہے جو لوگ اولاد نرینہ سے محروم ہیں ان تک یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ وہ میرے مرشد سے رابطہ قائم کریں۔ (محمد ایوب، ملتان شہر)

ج: محترم محمد ایوب صاحب! آپ اپنے مرشد کا پتہ تحریر فرمائیں کہ خدام الدین میں شائع کر دیا جائے اور لوگ ان سے رابطہ قائم کر لیں۔

معدہ جگر اور انتڑیوں کی خشکی

س: میں حافظ عبدالرشید خوشنویس کا والد ہوں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خادم ہوں ۶ مہینے سے سخت بیمار ہوں۔ مجھے پہلے یرقان ہوا۔ حکیم ظفر حسین کے علاج سے افاقہ ہوا تو جگر میں ورم اور درد شروع ہو گیا، انتڑیوں میں سُدّے پڑ گئے۔ دو ماہ کے علاج سے افاقہ ہوا لیکن پسلیوں میں درد شروع ہو گیا اس سے افاقہ ہوا تو جگر میں ورم اور درد شروع ہو گیا۔ انتڑیوں میں سُدّے پڑ گئے۔ ڈاکٹر حکیم میری بات پر غور نہیں کرتے۔ لیکن سدّے پتھر کی طرح سخت ہو گئے براہِ کرم ایسی دوائیں تجویز کریں کہ انتڑیوں، معدہ اور جگر کی خشکی دور ہو اور سُدّے نہ پڑیں۔ (محمد عبدالغفار مہتمم مدرسہ عربیہ غلام محمد آباد، فیصل آباد)

ج: (۱) اسبغول مسلم ۲ تولہ روزانہ رات سوتے وقت دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔

(۲) آلوبخارا ۴ عدد، املی ۱ تولہ رات کو مٹی کے پیالے میں پاؤ بھر پانی میں بھگو دیں۔ صبح سویرے یہ پانی پیا کریں۔

(۳) پیٹ پر روزانہ کسٹرائیل کی مالش کیا کریں۔ ایک مہینے بعد صورت حال سے آگاہ کریں۔

> تنگ دستی اگرچہ ہو غالبؔ
> تندرستی ہزار نعمت ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ — ہفت روزہ خدام الدین لاہور — ٹیلیفون نمبر

مطبوعاتِ انجمن خدّامُ الدّین لاہور

* ——— مردِ مومن ——— ۲۲/۵۰ روپے
* ——— خطباتِ جمعہ ——— دس حصے ——— فی حصّہ -/۵ ،،
* ——— مجالسِ ذکر حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ ——— دس حصے ——— فی حصّہ -/۵ ،،
* ——— اسلامی تعلیمات حضرت مولانا عبیداللہ انور کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ ——— ہدیہ ——— -/۲۴ ،،
* ——— ملفوظاتِ طیّبات حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دلآویز گلدستہ ——— ،، ——— ۱۰/۲۵ ،،
* ——— گلدستہ صد احادیث نبویؐ ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ ——— ،، ——— ۱/۰۰ ،،
* ——— خلاصۃ المشکوٰۃ مشکوٰۃ کا خلاصہ حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار ——— ،، ——— -/۵ ،،
* ——— اصلی حنفیّت مذہب حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے ——— ،، ——— -/۱ ،،
* ——— مقصدِ قرآن از حضرت لاہوریؒ ——— ،، ——— -/۱ ،،
* ——— ضرورۃ القرآن از حضرت لاہوریؒ ——— ،، ——— -/۱ ،،
* ——— خدام الدین حضرت لاہوریؒ نمبر ——— ،، ——— -/۲۵ ،،
* ——— رسائل کا سیٹ دو جلد ——— فی جلد -/۱۰ روپے، یکمشت دونوں حصے منگوانے پر -/۱۸ ،،

ہر قسم کی دینی کتب منگوائیے۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ آرڈر کے ساتھ نصف رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ضرور بھیجیے

ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم، ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء، (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر C.B.T/۲۳۶۷-۲۴۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۶۵ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۶۷-۹-۵-۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲۰۱۱/۴۰-۱۰-۳۱۵۴ مارچ ۱۹۶۷ء